

واصف علی واصف

شہزاد

PDFBOOKSFREE.PK



واصف علی واصف

شہزاد

کاشفِ پبلی کیشنز
۱-۲۰۱ء، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

ڈسٹری بیوٹرز:
خرینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

عرضِ ناشر

داصف صاحب کے کلام کا پہلا مجموعہ ”شب چراغ“ کے نام سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا تھا۔ معرفت کی خوشبو میں رچا ہوا یہ کلام اہل دل حضرات میں بہت مقبول ہوا۔ اہل قلم حلقوں میں اس ذوق کی شاعری کا بڑا خیر مت دم کیا گیا۔ بعد میں کچھ اضافے کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا گیا۔ پھر بھی بہت سا کلام بچ رہا۔ مختلف روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں میں چھپنے والا کلام انہوں نے اپنی طبعی حیا کے دوران ہی بیکارڈ میں لگوادیا تھا۔ کچھ کیسٹوں میں اور قوالی کی صورت میں کلام موجود تھا، یہ کلام کئی مرتبہ دایف صاحب کے سامنے بھی سنایا گیا۔ بقیہ کلام مخطوط یا باقاعدہ کتابت کی صورت میں ہے۔ اس سارے کو اکٹھا کر کے زیر نظر مجھے ”شب راز“ کے نام سے انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارے کو قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس مزید کلام ہو تو استدعا ہے کہ وہ ادارے سے ضرور رابطہ کریں۔

حکم حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	شب راز
مصنف	:	داصف علی دایف
ناشر	:	کاشف پبلیکیشنز
	:	۲۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن، لاہور
سال اشاعت	:	۱۹۹۳ء
ترتیب و تزئین	:	ڈاکٹر مخدوم محمد حسین
کتابت	:	رئیس نذیر احمد
قیمت	:	۱۷۵ روپے

فہرست

۱۳	حمدِ باری تعالیٰ : اے ربِّ سموات تیری ذاتِ دراپے
۱۶	اللہ ہی اللہ : الف سے اللہ
۱۹	اللہ
۲۱	اے شہِ انس و جانؑ
۲۵	السلام اے سبز گنبد کے مکینؑ
۲۷	تصویرِ حسن بے نشان
۳۰	نعتؑ : الفوار برستے رہتے ہیں
۳۲	نعتؑ : وہی ہے باعثِ تخلیق ہستی عالم
۳۳	یا رسول اللہؐ
۳۶	صلی علیٰ محمدؐ
۳۸	نعتؑ : خادر کہوں کہ بدرِ منور کہوں تجھے
۴۰	دعوتؑ : شبِ فزقت کٹے کیسے سحر ہو
۴۲	مدینہ : کرتے ہیں کرم جس پر بھی
۴۳	معراج کی رات
۴۵	مستی فزقت کی ہو یا عزبت کی
۴۶	یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
۴۷	یا علیؑ درد کی پکار ہوں میں
۴۸	برانہ مان اگر کہہ دیا دلی ہوں میں
۴۹	بتا سکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
۵۰	آیا دوڑ علیٰ حیدر
۵۲	کیا تیری شان ہے
۵۶	دم ہمہ دم علیؑ
۵۸	من کحنت مولیٰ
۶۱	حیدر حیدر

۱۱۶	ظہورِ مولیٰ
۱۱۸	تلاش
۱۲۵ تا ۱۱۹	باعتوں میں بہا راکئی — میں قطرے میں ہوں — عید مبارک
	غزلیں
۱۲۷	ترے جلوؤں کی زد میں آگئے ہیں
۱۲۸	اک درد کا قصہ یاد رہا
۱۲۹	اپنے دیس میں میں پر دیسی
۱۳۱	تیرا ملنا محال کیا ہوگا
۱۳۲	دارِ ہستی منتظر ہے
۱۳۳	میخانے کا در، ہے مست نظر
۱۳۵	مرے ہی دل میں رہے
۱۳۷	مجھے کب زندگی کی آرزو ہے
۱۳۹	جو سنا تھا سنا دیا میں نے
۱۴۱	مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
۱۴۳	مستی عرفان ہی ہستی کا میری ناز ہے
۱۴۵	تو عبادت زباں سے کرتا ہے
۱۴۶	غم میں ڈوبے چاند ستارے
۱۴۷	شبِ غم ہے کہ کوہِ گمراہ ہے
۱۴۸	ظلمتِ شب میں ترے وعدے چراغاں کر گئے
۱۴۹	اب بیت گیا وعدے کا دن
۱۵۰	فدا کی ہے تیری راہ میں فنا کی
۱۵۱	ترے خیال نے بخشی تھی جو خوشی نہ رہی
۱۵۲	مستی مے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
۱۵۳	مرجا حسن شانِ بخت تانی
۱۵۵	ہے ابھی تک جو سفر میں وہ میری منزل سہی
۱۵۶	مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے

۶۲	عسلیٰ
۶۳	السلام اے ساقی کو شکر کے نور
۶۵	سید و سرور محمد کے جمال
۶۶	السلام اے کہ امامِ قبلتین
۶۷	حسینؑ؛ سایہ مصطفیٰؐ حسینؑ
۶۸	امام حسینؑ
۶۹	غمِ شبیرؑ
۷۱	گنجِ بخشِ فیضِ عالمؑ
۷۲	داناہ کے غلاموں کو
۷۳	خواجہ مصعبین الدینؑ
۷۴	سائیں محمد حسین کا نواں والی سرکارؑ
۷۶	غلامِ مصطفیٰؐ ہوں
۷۸	نشانِ کارواں
۸۰	تیری یاد کا ولی ہوں
۸۳	میں
۸۵	اذانِ صر
۸۷	فضلِ گل
۹۰	رنگِ چمن
۹۲	شہرِ لاہور تھا
۹۳	سرِ سریشِ نگرہ بپا ہوا
۹۶	طالبِ علم سے
۹۸	اور میں ہوں
۱۰۰	میں کون ہوں
۱۰۳	نہ یہ راز ہے نہ سراپ ہے
۱۰۶	مزدور
۱۱۱	عشق
۱۱۵	

- ۹۶ میرے وطن کی خمیر مری انجن کی خمیر
- ۱۹۸ اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظار میں
- ۲۰۰ غم زمانے کے اور جاں تنہا
- ۲۰۲ جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے
- ۲۰۳ قیقل ناز ہوتے ہم کہ شہباز ہوتے
- ۲۰۴ آب آئے تو موت بھی آئی
- ۲۰۶ بہت ہنکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
- ۲۰۷ بے نیا ز کھنر و ایماں ہو گیا
- ۲۰۸ آسمان بھی جنوں کے زیرِ دام
- ۲۱۰ تو ہوا کس کے انتظار میں گم
- ۲۱۲ مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ
- ۲۱۳ یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
- ۲۱۵ تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
- ۲۱۶ بزمِ امکاں میں رہوں کون و مکاں تک دیکھوں
- ۲۱۷ ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
- ۲۱۸ ان کے رخ پر نگاہ کرتا ہوں
- ۲۱۹ نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں
- ۲۲۱ بلا عنوان فسانے ہو رہے ہیں
- ۲۲۲ اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
- ۲۲۳ ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
- ۲۲۴ تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
- ۲۲۴ جہاں راز ہوں وہ سحر ہوں
- ۲۲۵ تمہاری انجن گرما گیا ہوں
- ۲۲۶ ذوقِ منزل، تڑپ، لگن ہے کہاں
- ۲۲۷ بے نام داستان ہے ارمانِ زندگی
- ۲۲۹ ارزو اتنی ہے جانِ آرزو
- ۲۳۰

- ۱۵۸ قدم قدم تیری راہوں میں گو چرخِ جلے
- ۱۵۹ انہیں بھی ہماری خبر ہو گئی
- ۱۶۰ آدمی کا آدمی شیدا لے
- ۱۶۱ مری ہستی عبادت ہو گئی ہے
- ۱۶۲ یار کو اشکبار دیکھا ہے
- ۱۶۳ ہر ذرہ ہے اک دستِ صحرا میرے آگے
- ۱۶۴ تو کرے ستم ہے ستم کرم
- ۱۶۵ رند مولیٰ کیسے کا نہیں شامِ غم
- ۱۶۶ دل ان سے جو مالگا تو پشیمان ہوتے ہم
- ۱۶۹ میں تو ہوا ہوں گردشِ شام و سحر میں گم
- ۱۷۱ کیا لے واسعت کی مستی کا سراج
- ۱۷۲ ٹکرائی کسی کی نظر سے مری نظر
- ۱۷۳ گل کی بات سناؤں آج
- ۱۷۴ چلتے چلتے رُک گئی بنفِ حیات
- ۱۷۸ روتے روتے گزار دی ہے رات
- ۱۷۹ مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
- ۱۸۰ مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب ۱۸۱ قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا
- ۱۸۲ تمہاری یاد میں ہر ذرہ دل، دل نظر آیا
- ۱۵۳ میں کہاں حسن آشنا ہوتا
- ۱۸۵ تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں
- ۱۸۶ بار بار آزما کے چھوڑ دیا
- ۱۸۷ دل کے اندر کبھی ورا دیکھا
- ۱۸۸ غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا
- ۱۸۹ ایک وجہ تیرا باقی ہے
- ۱۹۱ ہر وجود کیا تھا تیرے پیار سے پہلے
- ۱۹۳ بدلے ہوئے حالات سے ڈر جانا ہوں اکثر
- ۱۹۵

ہندی کلام

۲۶۵	آئی ملن کی بیلا
۲۶۷	رام رام رام!
۲۶۸	اب کیوں آتش تراش بھی
۲۷۰	نیں کٹورے مدھ بھرے
۲۷۱	ندیارور و گیت سنائے
۲۷۲	تو میرا ایمان نہ کر
۲۷۳	ٹوٹ گیا آتش کا تارا
۲۷۶	من کی بات سناؤں کس کو
۲۷۷	تجھ کو کھٹ سے پیار ہے
۲۷۹	روگی روگ سنائے جا
۲۸۱	سانس کی ڈوری کٹتی جائے
۲۸۳	تیری راہ میں مرجاؤں میں
۲۸۴	میں ہوں گیتوں کی مالا
۲۸۶	پگ پگ روئی آئی داسی چرن میں
۲۸۷	شام بھی تو اب گھر چل
۲۸۹	گیت سناؤں میں کیا گاؤں
۲۹۱	رات کٹی تارے گن گن
۲۹۲	مورچنریا ڈھلکی میں کیا جانوں رے
۲۹۳	میں نردوشس ہرے ساجن
۲۹۷	میں کیا گاؤں تو بستلا
۲۹۹	تارا لٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
۳۰۱	سجنی ساجن آگئے
۳۰۲	لاج کرے لچوتی لو بھی لچپت رام
۳۰۳	چل ری سکھی اس پار
۳۰۴	موری چنریا رنگ دیوپی نے اپنے رنگ
۳۰۸	گر گرووں کا داہگورو

۲۳۲	ہوش و فرد کی راہ میں
۲۳۳	کیا سناؤں میں دل کا افسانہ
۲۳۵	ہرے ندیم ہرے ہمسفر ہرے محسن
۲۳۶	ملے ہیں ہم ان سے نامحرمانہ
۲۳۷	نیں کہاں اور کونے یار کہاں
۲۳۹	آج ان کا پیغام آیا ہے
۲۴۰	چاند کے انتظار میں تارے
۲۴۲	پیشا سے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
۲۴۳	ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا
۲۴۴	رہنما نہ ملے رستے لمبے
۲۴۶	ہم طرزِ زلفناں اور ہی ایجاد کریں گے
۲۴۷	لگا ہیں کھل کھلیں لبِ لبس گئے ہیں
۲۴۸	زندگی آپ کی امانت ہے
۲۴۹	رازِ الفت عیاں نہ ہو جائے
۲۵۰	موسم گل کیا گیا سب آتشیں جذبے گئے
۲۵۱	دشمن ہے میٹھی جاں کا ہر آدمی جہاں
۲۵۲	راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
۲۵۳	خیم ہوا سدا گر قتل نہ ہوا
۲۵۴	بزمِ رنداں میں نیا راز کھٹلا آج کی رات
۲۵۵	غم ہائے زمانہ سے کتنا راندہ ہوا
۲۵۶	بلبل نے کیوں گایا گانا
۲۵۷	کیسے کون کرے متوالا
۲۵۹	گھر میں قیامت آئی ہے ہر سمت ہوا محشر برپا
۲۶۰	غمِ جاناں کے ماسوا کیسا ہے
۲۶۱	آج دل، ذکر یار کرتا ہے

حدِ باری تعالیٰ

اے ربِّ سمواتِ تیری ذاتِ دراپ ہے
ہیبت سے تیری کوہِ گراں کانپ رہا ہے

ہیں خالقِ کونین ترے کامِ ترا لے !
بے رنگ ہے تو ایسا کہ ہر رنگِ ترا ہے

انسان بیچارہ تجھے کیا جان سکے گا
ادراک کی دنیا میں تجھے ڈھونڈ رہا ہے

بے تابِ فغاں، سوزِ نہاں، اشکِ دواں میں
جلوہِ ترا جس رنگ میں ہے ہو شرابا ہے

باقی ہے تو ایسا کہ بقا تیری ہے تخلیق
خود پیکرِ فانی میں کہیں جا کے چھپا ہے

معلوم ہے اتنا کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم!
جانا ہے کہ کیا جانے گا جو جان گیا ہے

ہر سمت ہے وجہ اللہ عیاں خالقِ احسن
خود آئینہ خود دیدہ حیران ہوا ہے



ہر سجدہ ہے اعلان کہ اعلیٰ ہے تو ربی!
مسجودِ ملائک ہے جو سجد میں گرا ہے

حادثِ تجھے کیا سمجھے کہ تو حُسنِ قدم ہے
حادث کی زباں سے ہی ترا نام سُنا ہے

ہیں تیرے ہی اندازِ غریبی و امیری
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

میں نے بھی تجھے دیکھا ہے کب یاد نہیں ہے
بھولا ہوں میں خود کو کہ تجھے یاد کیا ہے

تیرے ہی تصور میں ہوا گم تو یہ سمجھا
جس نے تجھے پایا ہے وہ کھویا گیا ہے

یہ زلیست شبِ غم ہے کہ مر مر کے کٹی ہے
لے لے کے ترا نام یہ غم دور ہوا ہے

اللہ ہی اللہ

ق سے قائم	شس سے شامل	ح سے حامد	الف سے اللہ
ہر دم اللہ	کام میں اللہ	محمود اللہ	ب باسم اللہ
ک سے کتنا	ص سے صورت	خ سے خیر	پ سے پایا
اچھا اللہ	نہ کوئی اللہ	توڑے اللہ	اللہ ہی اللہ
گ سے گاؤ	ض سے ضامن	د دادم	ت سے توبہ
اللہ ہی اللہ	رزق کا اللہ	اللہ ہی اللہ	استغفر اللہ
ل سے لشکر	ط سے طاقت	ذ سے ذاکر	ٹ سے ٹوٹا
فاتح اللہ	والا اللہ	ذکر ہے اللہ	دشمن اللہ
م سے محمد	ظ سے ظالم	ر سے روٹی	ث سے ثروت
محبوب اللہ	مارے اللہ	بھیجے اللہ	بخشنے اللہ
ن سے نعمت	ع سے عالم	ز سے زاہد	ج سے جابر
مالک اللہ	ہر شے اللہ	عابد اللہ	تاد اللہ
و سے واصف	غ سے غافل	س سے سچا	ج سے چاہو
بندہ اللہ	دور ہے اللہ	محبوب اللہ	مت غیر اللہ
ہ سے ہر دم	ف سے فاتح		
حافظ اللہ	مالے اللہ		

اللہ

نہیں ہے لایلا کوئی مگر اللہ، ایا اللہ
نظر کاراز ایا اللہ محمد ہیں رسول اللہ

عباد اللہ ڈرو حق سے بھلا دو وہم غیر اللہ
پھر وہ ہر سو مگر دیکھو جمال عین وجہ اللہ

تمہاری مشکوں کا حل نہیں ہے فتنہ سازی میں
جھکوراہ خدا میں ورنہ آیا ہے عتاب اللہ

یہستانوں کی نیل ہے پچان خرقہ پوشوں سے
لٹا دو دولت دنیا جہاں میں فی سبیل اللہ

ہے خیبر توڑنے والا مسلمان ازل کوئی
کہ بیٹا ہو شہید ناز کو فخر ذبیح اللہ

جنون باخبر کیا ہے خرد کی راہ گزر گیا ہے
شہود جلوہ جاناں حدیث ماسوا اللہ!

و سے واصف
بندہ اللہ
ہ سے ہر دم
حافظ اللہ
ی سے یاور
یا ولی اللہ

اے شہ انس و جاں

اے شہ انس و جاں جہاں جمیل
تجھ پہ تخلیقِ حُسن کی تکمیل!

رہبرِ انبیاء و ختمِ رُسل
ذاکر و تذکرہ ربِّ جلیل

دمِ چسپی کہ ہو یدِ بیضی
والضحیٰ کی نہ مثل ہے نہ مثل

نورِ مطلق کا راز دار و امین
افتخارِ جہاں ہے فخرِ جلیل

سایہٴ نورِ مصطفیٰ ناپید
نورِ لایا ہے نورِ ہی کی دلیل

بانیِ دینِ حق نبیِ کریمؐ
دینِ فطرتِ سلامتی کا کفیل

نظر آتے ہیں مجھ کو قافلے لٹتے ہوئے کوئی
بچے وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کیا تک حدود اللہ

یہ بتی ہے فقیروں کی امیروں نہ وزیروں کی
کہ تقویٰ چاہئے تاکہ عیاں ہو سرِ عند اللہ

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے پہلے بھی تیا تھا
مگر تم ہو کہ سرِ چپ پڑے کہتے ہو یا اللہ

بڑی باتیں ہیں کہنے کی مگر چپ ہو گیا واصف
ہے اذنِ شاہوارِ کل وصیِ مرسلِ کظلِ اللہ



استان نبی ہے فخر زمیں
آسماں سرنگوں پئے تقبیل

چشم مازاغ رخ کلام اللہ
اور داللیل ہی ہے زلفِ طویل

ہے صنم گر بھی محورنگ صنم
یا صنم یا صنم سے رہا تمثیل

منظر کبریا ہے ذات نبی
بزم امکان ہے اخیر و قبیل

خواجہ دو جہاں کی کیا ہوشنار!
خود شنار خواں ہوا ہے رہت چلیل

کیا بیان ہو سکے گی شان نبی
بعد حق کے توئی شکیل و جزیل

اک نگاہ کرم نبی کریم
مجھ پہ کیجے بحق اسمعیل

آپ کے در پر سر رہے ہر دم
مصیبت معرفت میں ہوتبیل

ہے حلیمہ کی بکریوں والا
بزم ہستی میں نور کی قندیل

گودڑی پوش رازِ اِلا اللہ
تجھ پر شیدا خدا تو ایسا شکیل

آپ کی بات آیت قرآن
آپ ہی کے لئے قول ثقیل

آپ ہی کی زباں ہے حق گویا
آپ پر ہے کلام کی تنزیل

نالہ نیم شب کا سرچشمہ
یا نبی جاگئے گا الاقتلیل

تو شفیق اور رحمتِ عالم!
محسن انس و جان حسین جمیل

عقل و دانش غلام ہیں تیرے
فہم و ادراک سے ورا ہے عقل

مدعا، فتنی، مراد حیات
جادۂ شوق میں امام سبیل!

السلام

السلام اے سبز گنبد کے مکین
السلام اے رحمتہ اللعالمین

السلام اے راحتِ قلبِ حزیں
السلام اے رفعتِ عرشِ بریں

السلام اے حامد و محمودِ حق
السلام اے نُورِ نُورِ اوّلین

السلام اے بے مثل و بہمثال!
السلام اے فخرِ انساکِ زمیں!

السلام اے خواجہ کون و مکال
السلام اے شاہِ دنیا شاہِ دین

السلام اے صادق و سعد و سعید
السلام اے کہ امامِ التالکین

یا محمد سدا ہو وردِ زبان
پائے ساقی پہ ہو میری تکمیل

رازِ شاہِ اُممِ ہیں شاہِ نجفؑ
قصہٗ کوتاہ ہے بات بالتفصیل

جب توجہ میں آگیا دِ اصف
تو جنوں سے خرد کی ہے تشکیل



السلام اے غایت کن السلام
السلام اے منظرِ عینِ امتیں

السلام اے ہاشمی "امی" لقب

السلام اے رُوحِ تدرانِ بین

السلام اے کہ جمالِ کائنات!

السلام اے زاغِ چشمِ سرگیں

السلام اے رافعِ ذکرِ الہ

السلام اے ذکرِ ربِّ العالمین

السلام اے عبدہٴ خیرِ البشر

نوعِ انساں را پیمانِ آخرین

سید و سرورِ محمد مصطفیٰ

کعبہ کعبہ تیار دئے حسین!

السلام اے رہبرِ امتِ سلام
تیرے سنگِ درپہِ واصلت کی جبین

صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

تصویرِ حسنِ بے نشانِ صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

لا ریب شاہِ خسرواں صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

اے چہرہ زیبائے تو شمسِ الضحیٰ بدر اللہجیٰ

ارحم لنا اے جانِ جاں صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

ما زاغِ چشمِ سرگیں، واللیل زلفِ عنبریں

لیسین دندانِ دہاں صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

محمود سے حامد ہوا، احمد محمد مصطفیٰ

حم کا ہے رازداں صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

اے قبلہ گاہِ عاشقیں اے رحمۃ اللعالمین

اے وجہِ تخلیقِ جہاں صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ

در یتیم و تاجور اے صاحب شق القمر
 اُمّی مگر فخر بیاں صلّ علیٰ علی

گویا سکوتِ دو جہاں تیرا گدا محو فغاں
 واصف ہوا ہے نیم جاں صلّ علیٰ علی



دربان ہے روح امیں، مسند تیری عرش میں
 گویا مکینِ لامکان، صلّ علیٰ علی

اے مظہر نورِ خدا، صدرِ العلیٰ، کھفِ الوریٰ

اے خواجہ کون و مکان، صلّ علیٰ علی

تو صاحبِ لولاک ہے تو فخرِ ہفتِ افلاک ہے

قرآن ہے قرآنِ خواں صلّ علیٰ علی

اے شافعِ روزِ جزا اے رافعِ ذکرِ خدا

محبوبِ ربِّ دو جہاں صلّ علیٰ علی

اے خاتمِ پیغمبری اے کہ ادائے دلبری

اے کہ ادائے دلبران صلّ علیٰ علی

قوسینِ ابروئے جسبیں، کونین بھی زیرِ نیگیں

اسریٰ کی شبِ گزری کہاں صلّ علیٰ علی

تیری زبان پر لا الہ مولا کہے صلّ علیٰ

گا ہے یہاں گا ہے وہاں صلّ علیٰ علی

اے سیدِ عرب و عجم اے محترمِ نظرِ کرم

تیرے سوا جانیں کہاں صلّ علیٰ علی

سب جلوے ہیں اس صورت کے وہ صورت ہی وجد اللہ ہے
اللہ نظر آجاتا ہے وہ صورت جب ہونگا ہوں میں!

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
سجد میں ہوں جب آنکھیں پُر نم اور نام محمدؐ آہوں میں

اُس ناطق قرآن کی مدحت انسان کے بس کی بات نہیں
ممدوح خدا ہیں وہ واصفت صد شکر کہ ہم ہیں گداؤں میں



نعت

انوار برستے رہتے ہیں اُس پاک نگر کی راہوں میں
اک کیف کا عالم ہوتا ہے طیبے کی مست ہواؤں میں
اس نام محمد کے صدقے بگڑھی ہوئی قسمت بنتی ہے
اس کو بھی پناہ مل جاتی ہے جو ڈوب گیا ہو گناہوں میں
گیسو محمد کی خوشبو اللہ اللہ کیا خوشبو ہے!
احساس مہبط ہوتا ہے واللیس کی مہکی چھاؤں میں!
وہ بانی دین مبین بھی ہے حرم بھی ہے لیس بھی
مسکینوں میں مسکین بھی ہے سلطان زمانہ شاہوں میں

وہ راہبر بھی ہے، منر
کڑے سفر کی کڑی دھوپ میں وہ

اسی پہ بھیج درود و سلام اے اصف
اسی کے فیض سے قائم ہے عاصیوں کا بھرم

نعت

وہی ہے باعثِ تخلیق، ہستی عالم
وہی ہے منظرِ انوار، نازشِ آدم!
صداقتوں کا پیمبر، حقیقتوں کا امین
لطفوں کا مرقع، کمالِ حسنِ شمیم
خدا سے مانگے وہ بخشش ہر آدمی کے لئے
بشر سے مانگے وہ تسبیحِ خالقِ اعظم
وہ نعتوں کی خلیجوں کو پاٹنے والا
وہ جس کے خلق سے دشمن بھی بن گئے بہم
وہی ابد کے سفر میں ہے آسرا سب کا
ازل سے جس کی ہے سب نوازشِ بہیم

کرم ہو ارضِ پاکستان پہ یا رحمتِ عالم!
 سلامی دے رہا ہے سبز پرچم یا رسول اللہؐ
 سفینہ آپ کی اُمت کا گردابِ بلا میں ہے
 نہ مونس ہے نہ کوئی اور ہمدم یا رسول اللہؐ
 مبارک ہو وطن والوں کو میلادِ النبیؐ کا دن
 صلوةٴ دائمہٴ بارک وسلم یا رسول اللہؐ

گدائے حُسن تو من کھتریں واصفِ علی واصفِ
 کرم کردی کہ بندہ بے قرارم یا رسول اللہؐ



یا رسول اللہؐ

کرم کی ایک نظر ہو جان عالم یا رسول اللہؐ
 تری اُمت پہ ہے افتادِ پیہم یا رسول اللہؐ
 بنایا تھا تمہارے نام سے جو آئیاں ہم نے
 گری ہے اس پہ ہو کے برق برہم یا رسول اللہؐ
 بڑے دم خم سے آزادی کی صبح نو کو دیکھا تھا
 ستم ہے دم رہا اس میں نہ اب خم یا رسول اللہؐ
 غمِ دنیا، غمِ عقبی، غمِ ارضِ وطن ہم کو
 جو ہم سے کٹ گئے ان کا بھی ہے غم یا رسول اللہؐ
 ہمارے سامنے بھرے ہیں دانے ایک تسبیح کے
 بھرتا ہے کوئی شیرازہ یوں کم یا رسول اللہؐ

تو مصوری کا کمال ہے تو خدا کا حسن خیال ہے
جنہیں تیرا جلوہ عطا ہوا، وہ تیرے جمال میں ڈھل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

تھے ہزار صدیوں کے فاصلے جو رسولِ پاک نے طے کئے
وہ تو ایک رات کی بات تھی، کہ زمانے جس سے بدل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

یہ حلیمہ تجھ کو خبر نہ تھی، کہ وہی زمانے کے تھے نبیؐ
وہ خدا کے کتنے قریب تھے، تیری گود میں جو بہل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

تیرا بندہ و اصیغ بے خبر، تیرا راز سمجھا ہے اس قدر
تجھے جب لپکارا بہ چشمِ تر، کسی مرحلے تھے جو ٹل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

صلّ علی محمدؐ

جنہیں تیرا نقشِ قدم ملا، وہ غمِ ہماں سے نکل گئے
یہ میرے حضور کا فیض ہے، کہ بھٹک کے ہم جو سنبھل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

ہو تیرے کرم کا جواب کیا، تیری رحمتوں کا حساب کیا
تیرے نامِ نامی سے غمِ کدوں میں چراغِ خوشیوں کے جل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

تو ہی کائنات کا راز ہے، تیرا عشق میری نماز ہے
تیرے در کے سجدے میرے نبیؐ میری زندگی کو بدل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

نعت

خادر کہوں کہ بدرِ منور کہوں تجھے
مخشر کہوں کہ داوڑِ محشر کہوں تجھے

اے منظرِ جمالِ خدا سید البشر
سُن مثالِ کائیں محور کہوں تجھے

سلطانِ انبیاء ہے تری ذاتِ باصفا
اول کہوں یا اوسط و آخر کہوں تجھے

تجھ پر ہوتی ہے ختمِ نبوت کی داستان
خاتمِ پیغمبروں کا پیمبر کہوں تجھے

تھاسینہ صدق میں خدا کنزِ مخفیاً
تخلیقِ کائنات کا گوہر کہوں تجھے

بے مثل و بے مثال ہے تو درجہِ باحق
رونائیِ خیال کا سپیکر کہوں تجھے

آئینہ جمالِ ازل ذاتِ مصطفیٰ
تو عینِ ذاتِ حق ہے یہ کیونکر کہوں تجھے

موجِ خرامِ ناز ہے تو ساحلِ مُراد
دریائے معرفت کا شاد اور کہوں تجھے

قذیلِ بزمِ علم و عمل آپ کا وجود
ہر آنکھی کا مرکز و مصدر کہوں تجھے

بندہ نواز تجھ کو کہوں یا کہوں بشر
تقویمِ حسن و عشق کا منظر کہوں تجھے

درِ یتیم و اُمّی لقبِ صاحبِ جمال
میں تابویر کہوں کہ سخنور کہوں تجھے

ہے ذاتِ کبریا بھی شناخوانِ مصطفیٰ
منزل کہوں کہ حق کا مسافر کہوں تجھے

ہر ذرے کی زباں سے آتی ہے یہ صدا
کوئی نہیں کہ جس کا برابر کہوں تجھے

واصف کی کیا مجال کہے اس زبان سے
اللہ کی زبان ہو دلبشر کہوں تجھے

جبین شوق تجھ کو ڈھونڈتی ہے
نظر اپنی تیرے در پہ لگی ہے
مُرادوں سے سڑکا سے کو بھردے
تو اپنے فیض کو اب عام کر دے

غریبوں کو عطا کر کجکلا ہی
فقیروں کو ملے اب چتر شاہی

دعا

شبِ فرقت کٹے کیسے سحر ہو
کرم کی یا محمد اک نظر ہو
سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں
فقط میری فغاں ہے اور میں ہوں
رسول اللہؐ سنو فریاد میری !
ہو کشتِ آرزو آنا دمیٹری
مصیبت ہے بڑا مجبور ہوں میں
بستم ہے تیرے در سے دُور ہوں میں
ازل سے آرزو میری یہی ہے
تھاری یاد میری بندگی ہے

معران کی رات

چار سونو نور کی برسات ہوئی آج کی رات
 اعدا و راہد کی ملاقات ہوئی آج کی رات
 گفتگو ذات سے بالذات ہوئی آج کی رات
 مختصر یہ کہ بڑی بات ہوئی آج کی رات
 راکبِ وقت نے کھینچی ہے زمام گردش
 حیرتِ ارض و سماوات ہوئی آج کی رات
 یوں تو الطاف تھے سرکار پہ روزِ کن سے
 واکر چشمِ عنایات ہوئی آج کی رات
 رفعتِ عبد کو جب جبریل امین نے دیکھا
 کیوں نہ ہو، رفیع درجہ بات ہوئی آج کی رات
 پردہٴ میم کے اندر ہے مہتممِ محمود
 کاشفِ سرِّ حجابات ہوئی آج کی رات

مدینہ

کرتے ہیں کرم جس پہ بھی سرکارِ مدینہ
 ہوتا ہے نصیب اس کو ہی دیدارِ مدینہ
 پڑھتا ہے درودِ آپ کی جو ذات پہ ہر دم
 ملتا ہے اسے سایہٴ دیوارِ مدینہ!
 اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا
 وہ شخص جو رہتا ہے طلبِ گارِ مدینہ
 جس دل میں بسی رہتی ہو ولیوں کی محبت
 رہتے ہیں اسی دل میں ہی سرکارِ مدینہ
 داتا گلی گلی کافی غریبوں کے لئے ہے!
 داتا کے بھی روضے پہ ہیں انوارِ مدینہ

قَابِ قَوْسَيْنِ سے دو گام دراجا نکلا
عقل والوں کو بڑی مات ہوئی آج کی رات

جُملہ آیام سے تابندہ ہے میلاد کا دن !
جُملہ راتوں سے حسین رات ہوئی آج کی رات

مستیِ فرقت کی ہو یا غربت کی
مست کہتا ہے باتِ جرات کی
بُو ترابی شرابِ خانے سے !
پی کے آنا ہے باتِ ہمت کی

آج کی رات ہے عبادت کا ثمرہ واصف !
حمد و تسبیح و مناجات ہوئی آج کی رات

یا علیؑ ورد کی پکار ہوں میں
ہوش رکھتا ہوں مست وار ہوں میں
جن کی ٹھوکر سے جام بھرتے ہیں
پائے ساتی پر اشکبار ہوں میں

یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
جب علیؑ سے ہی ہونہ تو وار حاصل!
ذرہ ذرہ اگر علیؑ نہ کہے!
جان لیجے کہ دل ہوا ہے سل

بتا سکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
 نگاہِ شوق سے پوچھو کہ دلبری کیا ہے
 علیؑ کا رند ہوں کہنے کی بات ہے اتنی
 جہانِ راز ہے میخانہ حیدری کیا ہے



برائے مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
 نہیں ہے مجرم کہ ادنیٰ لگ علیؑ ہوں میں
 انہیں کا فیض ہوا ہے انہیں کا نظرِ کریم
 علیؑ کی یاد میں ہر دم سنبھلی ہوں میں

آیا دورِ علی حیدرؑ

آیا دورِ علی حیدرؑ
پر بت سے بھاگے پتھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کانپ گیا ٹوٹا خیبر
حیدر سب پر فتاد

آیا دورِ علی حیدرؑ

مست ہوا ذرہ ذرہ
ناچا مستی میں اگر

آیا دورِ علی حیدرؑ

اپنوں کے گھر آئی عید
اگ مگر غیروں کے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

میخانے آباد ہوئے
ساتی آیا ہے گھر گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

رندِ علی ہشیار ہوئے
چکر کو دیں گھن چکر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ساز بچے سازندے چپ
سرگم گائے انقیم سر

آیا دورِ علی حیدرؑ

حق والے نے حق پایا
پھین کے بیٹھا تھاٹھا کر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ہاتھی بھس ہوئے جل کر
کس نے برسائے کسکر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ہے یہ قوم بڑی مسکین
لیڈر ہیں لیکن خود سر

آیا دورِ علی حیدرؑ

وہ مردود پرانا تھا
راون رام پرانے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

غاموشی نے دم توڑا
بات چلی ہے اب کیا ڈر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کون متلندر میں یا تو
گر داصف ہے واصف گر

آیا دورِ علی حیدرؑ



توپ کی تو آواز تو سن
حیدر حیدر یا حیدرؑ

آیا دورِ علی حیدرؑ

پہلی جنگ ابدال لڑے
اب لڑ جاتے فوجی حُر

آیا دورِ علی حیدرؑ

یہ ہے آگ یہاں پانی
راکھ ہوئے پر بت جل کر

آیا دورِ علی حیدرؑ

دھرتی پر اکاش گرا
ساگر دوڑا ساحل پر!

آیا دورِ علی حیدرؑ

بل والے کی خیر نہیں
فاقہ ہے مزدور کے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

راز سازانا الحق ترا نام ہے، تیری ٹھوکہ سے بھرتا ہر اک جام ہے
بس قلندر گری تیرا ہی کام ہے، تو بہ عارفان کیا تیری شان ہے

تو جھکے آسماں جھک کے سجدہ کرے، تو اٹھے تو زمیں اٹھے تعظیم سے
سنگوں بابِ خیمبر ہے کس ضرب سے توید اللہ عیاں کیا تیری شان ہے

کیا تیری شان ہے

تیرے قدموں میں اصف کو مستی ملی، تیرے فیضِ کرم سے ہوا ہے دلی
کس کو ہمت کہ اس کو کہے کچھ کوئی، ہو گیا جانِ جاں کیا تیری شان ہے



اے شہر ہر زمان یعنی فخر بیاں تو امام جہاں کیا تیری شان ہے
بے زبان کی زبان یعنی علم نہاں تو یقین بے گماں کیا تیری شان ہے
ہر طرف جلوہ گر تیرا فیضِ نظر تو ہی نور البصر کیا تیری شان ہے
اے کہ گنجِ ہنسر یعنی باب الخیر تو عجب راز داں کیا تیری شان ہے
تیرے در سے ملی چاند کو روشنی، ادنیٰ ذروں کو سوزش تپش مل گئی
جس طرف بھی نگاہِ کرم ہو گئی، ہو گیا شاہجاں کیا تیری شان ہے
اولیائے جہاں تجھ کو مانیں دلی تو نے بخشی انہیں لبری سوزی
ورد تیرا کریں یا علی یا علی، تو نشان بے نشان کیا تیری شان ہے
ایک سہرہ ہی کیا تیرا منصور ہے صابر باصفا تیرا ہی نور ہے
بوعلی شاہبازی کا دستور ہے تو فصیح البیان کیا تیری شان ہے

باغِ ادم کی قسریاں، حسنِ قدم کی طوطیاں
گو یا زبانِ بے زباں، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ!
وسعتِ علم کا ہے در، تجھ سے کھلی نظرِ نظر
رازِ نہاں سے باخبر، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
تو ہی دمی نورِ عین تو ہی امامِ قبلتین!
یعنی تیرے حسن و حسین، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ!
سُرمۂ حق کا نور ہے، یعنی تیرا ظہور ہے
دور کہاں یہ طور ہے، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
حُسن تیرا ہے الکتاب، اے کہ شہہ ابو تراب
مست بنا پلا شراب، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ

اے کہ امام ہر جہاں، و اصفِ نخستہ جاں کہاں
تیرا ہے اذنِ دو اذنان، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ



دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ

میں ہوں جنونِ باخبر یعنی کہ چاکِ بخیہ گر
جان و جگر تیری نظر، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
یا خدا علیؑ علیؑ، اذنِ خدا علیؑ علیؑ
شیرِ خدا علیؑ علیؑ، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
تو ہی حیاتِ کشتگان، تو ہی سرورِ جاوداں
صورتِ گرِ قلندران، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
نامِ ترے کی عظمتیں کا پنے زمین و آسماں
تو ہی مٹھینِ بے کساں، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
تو ہی یعتینِ بے گماں، یعنی نشانِ بے نشان
تو ہی امیرِ کارواں، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ!
تیرا نشانِ بلند ہے عرشِ رواں سمند ہے
ہر دو جہاں کمند ہے، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ

من کنت مولیٰ

یہ کون بولا

بندہ کہ مولیٰ

ہذا مولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

راز انا الحق

سازہو الحق

عارف کما حق

بھید نہ کھولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

این ماکنتم

انا و انتم

کنت حیاتم

شعلہ ہی شعلہ

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

تو نورِ عینی

تو قلبِ جسمی

تو روحِ قلبی

روحِ آج بولا

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

خزمن کی بجلی

عینِ تجلی

دے کے تسلی

آگِ بگولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

نورِ مجسم
پھول پہ شبنم
گیسو برہم
نعم المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

خوشبوئے گیسو

پھیلی ہے ہر سو
گویا ہوا ہو

لیس المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

واصف گھائل

ٹوٹا ہوا دل

ہر دل کہ با دل

بسمل نہ بولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

حیدر حیدر

حیدر حیدر یا حیدر
حیدر اللہ کا منظر

جو چاہے کرے فتاد
ہاتھ خدائی ہے کیا ڈر

حیدر کے ہیں سارے گھر
مورکھ کھولو دل کے در

سجدہ کر اور بات نہ کر
در حیدر اللہ کا در

سرواصف کا حیدر در
حیدر حیدر یا حیدر

علیؑ کی شان یکتائی ہمیں ہر جا نظر آتی!
کہیں مرہب، کہیں خیبر، کہیں نوکِ سناں سر ہے

نبیؐ ذاتِ نور اللہ، علیؑ ہے نور کا شیدا
علیؑ ہے شاہِ اولیٰ، علیؑ کا کعبے میں گھر ہے

میں ہوں واصفِ علیؑ ووردِ علیؑ ہے میرا افسانہ
مجھے ہے کامِ سجدے سے علیؑ کے درمیرا سر ہے



علیؑ

علیؑ عرفان کا در ہے، علیؑ گویا ولیؑ گر ہے
علیؑ مستی کا ساگر ہے، علیؑ وارثِ پیمبر ہے

دروہ ان پر سلام ان پر علیؑ جن کا برادر ہے
علیؑ تطہیر کا پیکر علیؑ عتزت کا شوہر ہے

علیؑ کا نام اسد اللہ علیؑ کا چہرہ وجہ اللہ
ید اللہ ہے ولی اللہ، علیؑ ملت کا رہبر ہے

علیؑ اصل شہادت ہے، علیؑ سجدوں کی عظمت ہے
کہیں شبیر کا سجدہ، کہیں سجدے میں شبیر ہے

نبیؐ خاتمِ نبوت کا، علیؑ خاتمِ خلافت کا
نبیؐ کا کون ہے ہم سر، علیؑ کا کون ہم سر ہے

سید و سرور محمد کے جمال
 اے نقیبِ حق علیٰ حیدر کے لال
 گوہرِ نایاب و یکتا با کمال!
 السلام اے کہ مشیلِ بے مثال

السلام اے ساتی کوثر کے نور
 السلام اے رشکِ صد موسیٰ و طور
 السلام اے دینِ حق کے پاسباں
 السلام اے صد انا الحق کے سرور



حُسن

سایہ مصطفیٰ حسینؑ
ہدیہ مرتضیٰ حسینؑ

نورِ خدا ہے باخدا
جذبہ لالہ حسینؑ

ارض و سما ہوئے اداس
میر رہ بفتا حسینؑ

مست ولاتے مست گر
جامِ جہاں نسا حسینؑ

شرحِ حدیثِ غم توئی
ساجد بے ریا حسینؑ

کیا دے خدا تیرا صلہ
صلہ وفا خدا حسینؑ

السلام اے کہ امامِ قبلتین !
السلام اے راحتِ جاں نورِ عین
السلام اے مستیِ معرفانِ حق
السلام اے سپید و مولا حسینؑ

غَمِ شَبِیْرِ^۳

قلم کی تاب کہاں کہ کرے بیانِ غم
 فسانہ غمِ شبیر کا کسے ہے دم
 نہیں ہیں کوئی دشامی پہ کائناتِ حزیں
 ہے آسمان پہ ماتم زمیں ہوتی بے دم
 جگر بٹول کا سبطِ رسولؐ ابنِ علیؑ
 کہ جس کے اصغرؑ و اکبرؑ گئے، گیا قاسمؑ
 گئے ہیں پانی کو عباسؑ لے کے مشکیزہ
 کٹے ہیں بازو سے الزر مگر بلندِ علم
 کیا گیا ہے مدینے کے در کا دل زخمی
 یہ کون آیا ہے تلوار لے کے تیر و بلم
 میں جانتا ہوں کہ ابلیس فرج لے آیا
 پرانے سجدے کلبے دین کو ابھی تھا غم

امام حسینؑ

رہبرِ کارواں حسینؑ، رہو بے گماں حسینؑ
 آج مگر کہاں حسینؑ، مرکز ہر فغاں حسینؑ
 ہائے قلیل بے خطا، ہائے شہیدِ بارِ صفا!
 دشتِ بلا میں بے نوا، راقمِ داستاں حسینؑ
 اصغرؑ و اکبرؑ و عباسؑ، کوئی نہیں ہے آج پاس
 گویا دفن ہے حرفِ یاس، پیکر بے زباں حسینؑ
 دینِ پناہ و حقِ نگر، مشکل کشا و چارہ گر
 گھر بھی لٹا، کتا ہے سرِ حیرتِ دو جہاں حسینؑ
 زلفِ نبیؐ کا خم توئی دستِ علیؑ کا دم توئی
 لوح بھی اور تم توئی، تیرا نشان عیاں حسینؑ

واصفِ بے نشاں بھلا، کیوں نہ کہے یہ بر ملا
 کوئی تیرے سوا بھی تھا، دین کا پاسباں حسینؑ

گنج بخش فیض عالم

السلام اے گنج بخش فیض عالم السلام
 پرتو نور محمد شیخ اعظم السلام
 السلام اے شہ بطلے کے نور و نور چشم تفضی
 شارح شان جلال دین قیم السلام
 قبلہ گاہِ خواجہ ہندالولیٰ روضہ ترا
 کعبہ گنج شکر، گنج معظم السلام
 السلام اے پیدجویر قطب الاولیاء
 چشم لرزاں السلام و زلف برہم السلام

جواں جوانوں سے لڑتے تو کوئی بات تھی
 مرعین ساتھ ہیں بچے ہیں بنات شاہ امم
 ہے آج خیبر و مرہب کے فاتحین پہ قلم
 ہے بے کسی میں شہنشاہِ فخرِ دو عالم
 ہے آج ضد کسی ابلیس کو کر و تسلیم
 قلم تو ہو گا مگر حق کا سر نہ ہو گا خم
 ہمیں ہیں ساتی کوثر، ہیں شافعِ امت
 خدا کے گھر کے نگہبان نہیں ہیں مالک ہم
 حسین نام ہی حسن و وفا کا منظر ہے
 حسین جامِ نجف ہے نبی کی زلف کا خم

حسینؑ رازِ نہاں کا امین ہے و اصف
 حسینؑ ناطقِ قرآن ہے خدا کی قسم

داتا کے غلاموں کو

داتا کے غلاموں کو اب عید منانے دو
 سرکار نے آنا ہے محفل کو سجانے دو
 یہ نور نبی کا ہے داتا ہے زمانے کا!
 اس در پر عقیدت سے اب سر کو جھکانے دو
 بغداد سے خوش آئے اجمیر سے خواجہ بھی
 داتا کے غلاموں کو اب رقص میں آنے دو
 مستوں کو مبارک ہو پر کیف گھڑی آئی
 بھر جاتیں گے پیمانے نظریں تو اٹھانے دو
 یہ وقت ہے رحمت کا وہ سامنے بیٹھے ہیں
 داتا کی گزرگاہ میں پلوں کو بچھانے دو

یہ خاص عنایت ہے واصف میر داتا کی
 سہرا یہ حقیقت کا نصرت کو سنانے دو

ملت بے مایہ کو گم کر گئی کم مانگی!
 ایک ہم ہیں اور ہے افتادِ پیہم السلام!
 کیا قیامت ہے کہ پاکستان ہے زیرِ عتاب
 ہم تماشا ہیں تم ساشائی دو عالم السلام!

کر گئی مجھ کو قلم در آپ کی شانِ عطا
 بارگاہِ حسن میں واصف ہے راقم السلام!

ضرور فیضِ کرم ملے گا، ضرور دل کا چمن کھلے گا !
ہم اپنے خواجہ معینِ چشتیؒ کی آج محفلِ سجا رہے ہیں
فرید، صابر، نظام آئے کہ شاہن کے سلام آئے
قطبِ دلی آج مستیوں کے سبھی خزانے کٹا رہے ہیں
ہے ان کے سر پر علیؑ کا سایہ، نبیؐ نے ہندِ الہیٰ بنایا
جہاں سے خواجہ معینؒ گزرے وہ راستے جگمگا رہے ہیں

یہی تو معراجِ آرزو ہے، بلند دروازہ رُوبرو ہے
درِ عطا پر پہنچ کے واصف ہم اپنی بلکین بچھا رہے ہیں

خواجہ معین الدینؒ

ہے دل میں عشقِ نبیؐ کا جلوہ، نظر میں خواجہ سجا رہے ہیں
ہمارے خواجہ ہمارے انگن میں آج تشریف لارہے ہیں
نگرِ نگر میں کرو منادی، ہے آج خواجہ پیا کی نشادی
نظر بلا کر وہ دایوں کو سداسہاگن بنا رہے ہیں
ہر ایک دل میں سرور ان کا، ہر اک نظر میں ظور ان کا
وہ اپنی آنکھوں کے میکدے سے شرابِ الفت پلا رہے ہیں
ہمارے خواجہ کے سب سوالی کوئی گیا آج کٹ خالی
گداوازی کی شان یہ ہے کہ سب کی بگڑی بنا رہے ہیں
یہ زندگی ہے نیازان کی، ہے دل میں قائم نیازان کی
حرم سمجھ کر اس آستانِ پدلی زمانے کے آ رہے ہیں

پھر کوئی آئے نہ آئے مردِ حق تیری طرح
میکشوساقتی کی چشمِ مست سے بھر لو سبُو

تُو سمندر پی کے بھی خاموش ہے بابا میرے
بولنے والوں کے حصّے میں نہ آئی اب جو

یوں تو دوصفتِ اک زمانہ کے فقیروں سے بلا
آنکھ نے تازہ کیا اگر یہاں اپنا وضو

سائیں محمد حسین کالواں والی سرکار

تیری لب بندی میں پوشیدہ جمالِ گفتگو
آستانے پہ تیرے لائی ہے حق کی جستجو

میرے بابا کا یہ فیضانِ نظر دیکھے کوئی
اک نظر سے کرتے ہیں جاری دلوں میں ڈکڑبو

موتو اقبل ان تمو تو اکی یہی تفسیر ہے
اپنا روضہ زندگی میں ہے نظر کے رُو بُرو

روز و شب اس آستان سے قادری نگر ملے
کر دیا اس مردِ حق نے اہلِ دل کو سرخرو

سائیں کالواں والیا، تو نے کیا روشن چراغ
جس کے جلوؤں کی ضیاء باری ہوئی ہے چار سُو

حیاتِ جادواں کا راز پایا!
سرسرِ تسلیم یوں خم کر گیا ہوں

تجلی نے کیا واصف کو بے خود
خدا جانے میں کیا تھا اور کیا ہوں

غلامِ مصطفیٰ ہوں

نہ میں شاعر نہ شاعر کی نوا ہوں!
بس اک ادنیٰ غلامِ مصطفیٰ ہوں

علی ابن ابی طالب کا سگ ہوں
مگر زندوں کی محفل کا دیا ہوں

بنا ہوں شاہِ نظِ ام اللہین کا خسرو
یوں ہی خسرو کی چوٹ سے لگا ہوں

نیا ز عشق میں ڈوبا ہوا ہوں
غورِ حسن بن کر آگیا ہوں

متاع ہر زماں ہیں اشک میرے

سرورِ جادواں کا ماجرا ہوں

برنگِ گل کھلا ہوں شاخِ گلشن

جہانِ رنگ و بو کو جانتا ہوں

حیلِ کارواں کا وقت آیا
مگر ہندی لگی ہے فی یدیکم

حیاتِ جاوداں کو کیسے پاؤ
کہ ختم کو چھوڑ کر تم ہو گئے ختم

ممکن لامکاں کی بات سن لو
ہوا ہے جلوہ گرفتِ انفسکم

نظامِ میکدہ بدلا ہوا ہے
کہ ساقی ہیں اولی الامر منکم

سریرِ جاں کا مطلب بھی سمجھ لو
مقامِ شکر ہے ولنسبلونکم

امامِ وقت کے آنے دن ہیں
اگل دو آگ جو ہے فی بطلونکم

مجھے پر مغاں نے کہہ دیا ہے
کہ فاتبعوا لی یحببکم

کبھی انا کبھی معنا کبھی سخن
سمجھ پاؤ نہ تم ہو جاہل

نشانِ کارواں

نشانِ کارواں بھی ہو گئے گم
کہ کنتو خیر امت کیا نہیں تم

کھلا دشمن کارا زاب تک شاید
کہ پسیہ اور بیٹیا ہی عدو لکم

تلاشِ حق میں نکلو حق کو پاؤ
سمجھ لو فا ذکر وانی اذکر کم

بہت کھولے گئے اسرارِ الہ
مگر یوں تک رہے ہو جیسے موصم

تہیں کر گس نے نوچا پا کے مردہ
مگر حکمِ خدا ہے قوم ہو قتم

شفائے جسم تو ہو جاتے لیکن
پرانا مرض ہے فی قلوبکم

تیری یاد کا ولی ہوں

میں کبھی کی ہوں نظر میں کہ جہاں میری نظر ہے
 مجھے کیا خبر نہیں ہے کہ مجھے کہاں خبر ہے
 میری زندگی میں کس نے کیا الفتلاب برپا
 نہ ہے شام شام اپنی نہ سحر میری سحر ہے
 ہے شبِ فراقِ روشن جلے دیپ آنسوؤں کے
 نہ ہوتی فنا جب کہاں ہستی سفر ہے
 تیرا نام لے رہے ہیں تیرے راستے کے ہزن
 ہے فریب چارہ سازی کہ فساد چارہ گر ہے
 کوئی عزم کو کھن ہے کوئی رازقِ وطن ہے
 ہے حدیثِ حسنِ شیریں کہ یہ خسروِ دگر ہے
 نہ غنائے قیصری ہے نہ ادائے دلبری ہے
 نہ وہ بندہ پروری ہے نہ وہ شوخیِ نظر ہے

وہی ملت ہے جو تھی خیر امت
 کہ ارسلنا رسولاً منکم

نشانِ بے نشان ہیں جانِ عالم
 نہ سمجھو تم تو بشرِ مشکلم

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے سُن
 غرق ہو جاؤ گے فی طُنیا نکم

عبادتِ فرض ہے مل کر کر دو تم
 نہ بھولو حکمِ اعبدا و ربکم

تھارے حال پر روتی ہے رحمت
 یا ایھا المزمِّلُ قسماً!

کہ شاعر کی نوا سمجھے اسے بھی
 تولى ديني ولكم دينكم

صدائے حق سے باغی ہو گئے ہو
 هذا فراقِ بینی و بینیکم

کہا و اصف نے جو کچھ بھی سنا ہے
 وگرنہ وہ تھا گہری سوچ میں گم

کوئی بدگماں حرم سے کوئی پاباں حشرم کا
یہ زوال رہبری ہے کہ کمال رہبر ہے
یہ امیر کارواں ہے وہ معین بے کساں ہے
نہ اسے میری خبر ہے نہ اسے تیری خبر ہے

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے کہ سکوتِ دو جہاں ہے
نہ ہے دل میں دردِ باقی نہ فغاں میں اب اثر ہے

کوئی مرد رہا ہے شاید کہ ہجومِ گرگاں ہے
میرا گھر جلانے والے مجھے تیرے گھر کا ڈر ہے

تجھے کیا خبر نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ !!
پھرے آفتابِ اٹنا، وہ گھر ہی قریب تر ہے

تیری یاد کا دلی ہوں کہ میں واصفِ علی ہوں
میری انتہا یہی ہے تیرے سنگِ پہ سہرے

میں

میں کیا ہوں معلوم نہیں
میں قاسمِ مقسوم نہیں

میں تسلیم کا پیکر ہوں
میں حاکمِ محکوم نہیں!

میں نے ظلم سہے لیکن
میں پھر بھی مظلوم نہیں

میں مستی کا ساغر ہوں
ہوش سے میں محروم نہیں

تیری رحمت چھوڑے کون
توہ میں معصوم نہیں

میرے تبریزی انداز
میں مولائے روم نہیں

اذانِ حُر

بڑا گھمنڈ، تغافل، غرور اور تمسکین
 یہ لے کے پہنچا کہاں سجدہ گاہ میں تو جبیں
 لباسِ عطر میں ڈوبا ہوا ہے فکر میں دل
 زباں پہ نامِ خدا سُرخ چہر چہیں یہ ہیں
 عصا موسیٰ لئے ہاتھ میں پکڑے کہاں
 فرعونِ وقت بتا دے یہ ہے مسکین
 کہ قہقہوں کی بلندی ہی اس کی لپٹی ہے
 فغانِ نیم شبی مانگتا ہے یہ بے دیں
 نظامِ نو کی خبر دے رہا ہے اک چوہا
 کہ جیسے شیر کوئی کارواں میں ہے ہی ہیں
 بڑی سریلی اذانوں میں محو ہیں سارے
 اذانِ حُر بھی سنی آپ نے یہاں کہ نہیں

میں مسجودِ ملائک ہوں
 میں راتم مرقوم نہیں

میں مخلوق کا خادم ہوں
 کون میرا مخدوم نہیں

جیتے جی مر جاتا ہوں !
 مر کے میں معدوم نہیں

میں نے کیا کیا دیکھا ہے
 میں یونہی مسموم نہیں

میں صحرا کی جان ہوا !
 میں بادِ مسموم نہیں

میں مایوس نہیں لیکن
 اُمیدِ موہوم نہیں

واصف کیا نظمیں لکھے
 رنگِ جہاں منظوم نہیں

طے جو کثرتِ دولت بیاں کرے وقت
 غریب لوگ بلائیں تو اس کو وقت نہیں
 بیانِ تقویٰ تو کل طہارت و توبہ
 بغیر دام کے بولے تو یہ کہاں کا ہیں
 غریب بھائی تمہاری ہی ہوش ختم ہوتی
 تمہارے خون کا ہے طالبِ عاقبت کا نہیں
 نماز دار پہ ہوگی یا کس بلا میں ادا!
 کہ اب چمکنے کو ہے از عاشقی کانگنیں
 جبین شوق سے خود ڈھونڈنا نہ حسن
 صنم خیال کے سب توڑ دو کہ وقت نہیں

یہ کون بول رہا ہے نہ پوچھ و اصفت سے
 کہ وہ بیچارہ تو کاتب ہے راز دار نہیں

ہے خود تو جھوٹا مگر بات کہہ رہا ہے سچ
 بڑا مکار ہے یہ بیچتا ہے دینِ مبین
 غلامِ جان کے ان بے کسی کے ماروں کو
 سنوارتا ہے یہ دنیا بگاڑتا ہے دیں
 امام بننے کا ہے شوق اس کو مدت سے
 بنا ہے درسِ نظامی کے آسماں کی زمیں
 "خدا کی راہ میں جو مر گیا شہید رہا"
 جناب! وہ خدا آپ کو ملی کہ نہیں!
 خدا کے شکر میں بھرتا ہے پیٹ کو آنا
 کہ جیسے پیٹ ہو کچھوے کا، واہ رے رہبرِ دین
 حدیثِ قدسی کے ہر راز سے یہ سے آگاہ
 بلانہ گوشہ کوئی ہو گیا ہے کوٹھی نشیں
 یہ ہیں غزالی دوراں کہ رومی ملت!
 کہ دام لے کے جو بولیں تو جھوم جائیں
 مکان اس کے ابھی چار پانچ چھ ہونگے
 مگر یہ رکھتا ہے بارہ اماموں پر بھی یقتیں

سوئے گلشن اٹھ رہی سے شاہبازوں کی نگاہ
لوٹتے ہیں خاک میں اب کر گس و زاع و زغن
مٹ گئے مسیاد و گلچیں، جھومتی ہے ہر کلی
بے خطر بے خوف اپنے حسن میں ہو کر مگن
پھر قبائے لالہ سے بکھرا جمالِ گلستاں
بے نقاب ہے نقابِ نو عروساںِ چمن
ہر روش گل پوشی ہے جیسے ہو فردوسِ بریں
ایتینہ در ایتینہ دیکھا چمن اندر چمن

دل کے آیتنے میں واصف جھانکنے کی دیر ہے
گلشن ہستی کے در پر ہے نگوں چرخِ کمن

فصلِ گل

پھر بہار آئی گلستاں میں کھلے سرو سمن
چاک کر ڈالے گلوں نے اپنے اپنے پیرہن
بھومتے ہیں وجد میں آکر جو انانِ چمن
پھر عنادل، کبک و تسمری ہو گئے ہیں نعمتِ زن
عالم آرا ہو گئی مشاطہ حسنِ ازل!
دشت میں بادِ صبا ہے جیسے کوئی بے وطن
آج شاخوں سے شگوفے پھوٹتے ہیں اس طرح
دل کی تاریکی میں پھوٹے جیسے یادوں کی کرن
رنگ و بونے توڑ ڈالا ہے خزاؤں کا طم
نیم شب کے آنسوؤں سے ہے فروزاںِ انجمن
شکرِ جذبات سے تاراج ہے استلیم ہوش
حسن کی رعنائیوں سے ہے جنوں شاہِ زمن

عجب سے بات اس دیوانہ پن کی
 نہ تن کی ہوش ہے باقی نہ من کی
 ضرور ہے کسی دنیا کے دمن کی
 حقیقت کھل گئی دارِ سخن کی

ٹلے گی خاک میں مٹی بدن کی
 زمیں معتبہ ہے چرخ کہن کی
 کوئی صورت نہیں باقی امن کی
 بچھے گی آگ کیسے اس بطن کی

مگر کیا بات ہے میرے سخن کی
 ہے قائم جس سے زینت سخن کی
 یہی ہے بارگاہ شاہِ زمن کی
 سند پائی ہے کیا و اصف سخن کی

رنگِ چمن

بدل کر رہ گئی رنگت چمن کی
 نگاہیں جھک گئیں سرو سمن کی
 خیر لیجے کسی کے پیرہن کی
 ہوئی تجدید پھر دار و رسن کی

چھڑی ہے داستان اس بانگن کی
 پھبن کی گیسوں کی اس دہن کی
 بری نیت ہے کیوں زاغِ دُرخن کی
 خدا یا خیر ہو میرے وطن کی

ملی ہے کیا سزا ہم کو لگن کی
 قیامت ہے توجہ اس مگن کی
 کہ آئے بو بدن سے گو سخن کی
 نہ کجے بات مر کے بھی کفن کی

اک انوکھا گھر شہرِ لاہور تھا
دلی سے بیشتر شہرِ لاہور تھا
اک فخانِ سحر شہرِ لاہور تھا!

بے ریا بے خطر شہرِ لاہور تھا
مستی و مستی گر شہرِ لاہور تھا
جام باب النجر شہرِ لاہور تھا
حق پناہ حق نگر شہرِ لاہور تھا
خسرو تاجور شہرِ لاہور تھا
بام و در بال نظر شہرِ لاہور تھا
واصف باخبر شہرِ لاہور تھا
بزمِ داتا نگر شہرِ لاہور تھا

کل تلک ہی مگر شہرِ لاہور تھا
وہ یہی شہر تھا یا کوئی اور تھا

شہرِ لاہور تھا

پاک داماں کا گھر شہرِ لاہور تھا
یعنی داتا نگر شہرِ لاہور تھا
حسن کا مستقر شہرِ لاہور تھا
عشق کا راہبر شہرِ لاہور تھا
مختتم مقتدر شہرِ لاہور تھا
گنجِ علم و ہنر شہرِ لاہور تھا
طلبِ قلب و جگر شہرِ لاہور تھا
معتد معتبر شہرِ لاہور تھا
چارہ جو چارہ گر شہرِ لاہور تھا
ملک کا شیرِ نر شہرِ لاہور تھا
رُخِ رشک و قمر شہرِ لاہور تھا
دانشِ بنجیہ گر شہرِ لاہور تھا
حشمت و جاہ و فر شہرِ لاہور تھا

یہ انوکھی راہوں پہ آگئی کہ گئی ابھی کہ ابھی گئی
 ملے راہ بر تو اسے کئی نہ کسی سے وعدہ وفا ہوا
 یہ خدا کے نور کی نور ہے ابھی منزلوں سے ہی دور ہے
 ہوا ہر قدم پہ قصور ہے کہ حجاب سا ہے پڑا ہوا

یہ پلٹ کے جھپٹے تو تر ہے یہی قوم حاصل دہر ہے
 پڑی ساحلوں پہ یہ لہر ہے کہ ہے اس پہ جادو کیا ہوا



سر عرش نعرہ بپا ہوا

سر عرش نعرہ بپا ہوا کہ یہ کون ہے اسے کیا ہوا
 کوئی مچلا ہے کہ دل جلایا وجود بہت فنا ہوا
 یہ مقام دل ہے کہ لامان یہ کہاں نصیبہ قدیاں
 کہ فناں گئی سوئے لامکان تو مکین کا دل تھا ہلا ہوا
 یہ دعا تھی ایک غریب کی کسی دل جلے کے نصیب کی
 کہاں بات تھی یہ قریب کی کہ فلک کا در تھا کھلا ہوا
 اسی قوم کی کہ جو سو گئی وہ بھٹک کے رہ بھی کھو گئی
 وہ جو یاد رفتہ ہی ہو گئی کسی راہزن کا بھلا ہوا
 چلے ہند سے تھے جو قافلے کہ خدا کی راہ میں لٹے ہوئے
 ابھی آکے ٹھہرے ہی بھی نہ تھے کہ فساد و فتنہ بپا ہوا
 یہ مثال ایسی مثال ہے کہ مثال اس کی محال ہے
 ہوا کیسا قوم کا حال ہے ہو چرخ جیسے بچھا ہوا

تعلیم کی تکمیل میں ہے تیری سیاست!
 لیڈر ہیں بہت کہنے کو یہ رام کہانی
 اسلام کا گھر ہے یہاں اسلام رہے گا
 اسلام ہے باقی تیرے لیڈر ہی ہیں فانی
 استاد کی عزت کرو ماں باپ کی خدمت
 کافی ہے وطن کے لئے اسلام کا بانی!
 اسلام کی رو سے ہی مسادات ملے گی
 گھبرائیے کیا آنے کو ہے صبح سہانی
 دولت کے پُجاری ہی ہیں ملت کے لیڈر
 ڈاکو کو سزا ملتی ہے، ہے رسم پُرانی
 تم علم کی تحقیق میں مغرب کو پچھاؤ
 لے آؤ ذرا چاند پر رکھی ہے نشانی
 جنگل میں ہیں جلسے کہ ابھی شیر نہیں ہے
 آئے گا تو گیدڑ سبھی چلائیں گے پانی
 راتوں کو بُرے لوگ پھرا کرتے ہیں واصف
 سورج کی شعاعوں نے مگر ایک نہ مانی

طالب علم سے

ملت کے جواں غور سے سُن لیں یہ کہانی
 اب آئی نئے دور کی یہ صبح سہانی
 استاد کی عزت سے ملے راہِ ترقی
 اب چھوڑتے گستاخی کی یہ رسم پُرانی
 رعبہ کے گریباں پہ ہے ہاتھ تمہارا
 لاحول ولا یہ تو ہے شیطاں کی نشانی
 ہے کھیل تماشوں میں بڑا وقت گزارا
 ماں باپ کا ہے خوں جسے تم سمجھے ہو پانی
 تعمیر تری اپنی ہی تعمیرِ وطن ہے!
 تکمیلِ جنوں میں نہ لٹا اپنی جوانی
 ہے تیرے لئے علم کی راہوں میں اندھیرا
 میں نے یہ سنا تیرے ہی رہن کی زبانی

مالِ اَشیاں ہے اور میں ہوں
 دہی برقی تپاں ہے اور میں ہوں
 نشانِ رفتگاں ہے اور میں ہوں
 حرمِ کاپاسباں ہے اور میں ہوں
 دہائے تشنگاں ہے اور میں ہوں
 کہ کائناتوں کی زباں ہے اور میں ہوں
 حدیثِ دلبراں ہے اور میں ہوں
 پرانا رازداں ہے اور میں ہوں
 حیرمِ کشتگاں ہے اور میں ہوں
 حیاتِ جادواں ہے اور میں ہوں
 سرودِ کن فکاں ہے اور میں ہوں
 نظامِ ناگہاں ہے اور میں ہوں
 بہارِ بے خنزاں ہے اور میں ہوں
 نگاہِ دل رواں ہے اور میں ہوں
 وحیِ کلِ کاسماں ہے اور میں ہوں
 وہ مصروفِ بیاں ہے اور میں ہوں

اور میں ہوں

سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں
 میرے دل کی فناں ہے اور میں ہوں
 ہجومِ بیکراں ہے اور میں ہوں
 دُوزخِ غمِ عیاں ہے اور میں ہوں
 حقیقتِ کابیاں ہے اور میں ہوں
 نیازِ قدسیاں ہے اور میں ہوں
 یہاں پیرمغاں ہے اور میں ہوں
 شرابِ ارغواں ہے اور میں ہوں
 ہجومِ عاشقاں ہے اور میں ہوں
 میری ہی داستاں ہے اور میں ہوں
 رحیلِ کارواں ہے اور میں ہوں
 یقینِ بے گماں ہے اور میں ہوں

قلندر کا نشان ہے اور میں ہوں
برنگِ آسماں ہے اور میں ہوں

یہ سنگِ آستاں ہے اور میں ہوں
کہ واصلِ نیم جاں ہے اور میں ہوں



وفائے دوستاں ہے اور میں ہوں
نصیبِ دشمنان ہے اور میں ہوں

زبانِ جاہلاں ہے اور میں ہوں
سکوتِ عارفان ہے اور میں ہوں

وجودِ ناتواں ہے اور میں ہوں
بہرِ سوزِ قصہ جاں ہے اور میں ہوں

حمیر پر نیاں ہے اور میں ہوں
سریریگ جاں ہے اور میں ہوں

ہجومِ لیڈراں ہے اور میں ہوں
فلاں ابنِ فلاں ہے اور میں ہوں

لڑائے قمریاں ہے اور میں ہوں
ندائے طوطیاں ہے اور میں ہوں

جوابِ لن تراں ہے اور میں ہوں
غزورِ مہوشاں ہے اور میں ہوں

امامِ ہر زماں ہے اور میں ہوں
وہی فخرِ بیاں ہے اور میں ہوں

میں کون ہوں

میں کون ہوں کیا پوچھا ہے اُتھ کو بتا دوں
اک دکھی ہوئی اُگ ہوں چاہوں تو جلا دوں

میں پریم کا ساگر ہوں ترے پاس رہا ہوں !
مُنہ کھول ذرا تجھ کو بھی دو گھونٹ پلا دوں
یہ جاننا چاہتے ہو کہ ہوں راز میں کس کا؟
اُ خاک میں ملنا ہے تو ہمراز بنا دوں

میں راز تو کھولوں گا مگر پیشتر اس کے
چاہتا ہوں کہ آدابِ قلبندر ہی سکھا دوں
فطرت نے مجھے بخشا ہے وہ ذوق تماشا
بارنگ کو بے رنگ کے پردے میں چھپا دوں

مشرق سے اگر آؤں تو ہوں زیست کا پیغام
مغرب سے نکل آؤں تو ہر نقشِ مٹا دوں

خاموش رہوں خاک کا ذرہ ہے میرا نام
مستی کا بنوں نعرہ تو افلاک ہلا دوں

سرگم ہوں کسی سوز کا میں دکھ کا ہوں گانا !
اک ہوک ہوں پتھر کے کلجے کو ہلا دوں

طوفان سے کھیلا ہوں کہ ہوں موجِ تلاطم
ساحل جو نظر آئے سمندر میں گرا دوں

ناقوس ہوں میں دقت کا، میں بانگِ درا ہوں
میں دوش کو فردا کبھی امروز بنا دوں

سچا ہوں ولی ہوں کہ میں اک رندِ عسلی ہوں
مخفی ہوں جسی ہوں میں تجھے کیسے بتا دوں

واصفِ پہ گماں کر کے بڑا ظلم کیا ہے
بخشا ہے الٰہی نے بڑا دل کہ بھلا دوں



ہے قدم کا جلوہِ حدوث میں
تو قدمِ حدوث کی ضد کہاں؟

یہ ازل سے کہتے رہے ہیں ہم
کہ نظامِ ہستی ہے ناگہاں

میری بات میں وہ اثر ہوا
کہ جو "کن" کہا تو ہوا "فکاں"

میری ذات میں ہوا میں نہاں
میں صفات میں ہوا ہوں عیاں

میرے ملک میں ہے نظامِ کیا
یہی پاک لوگوں کا ہے ستاں

ہیں غریب میرے میں ان کا ہوں
کہ نوا ہے ان کی بری زباں

میری قوم نوچی گئی ہے کیوں
کہ الگ بدن سے ہیں ہڈیاں

یہ ہجوم کیسا دہان میں ہے
ہمہ لیدراں ہمہ کمرگاہاں

نہ یہ راز ہے نہ سراپ ہے

کوئی ہمسفر ہے نہ رازداں
چلا دل نظر کا ہے کارواں

ہے چمن چمن براہم زباں
لو تڑپ کے جل اٹھیں بجلیاں

یہ جہاں برا ہے کہاں جہاں
میرے مہرباں ہے ترا جہاں

تیری اک ادا کا ہے فیصلہ
ہمہ دلبری ہمہ دلبراں

میرے جرمِ خانہ خراب کو
بلا آسرا تیرا آستاں

ہے قدمِ حدوث سے ماورا
تو قدمِ حدوث کا ہے گماں

یہ اسی کے فیض کا ہے کرم
ہے اسی کی بات ہری زباں

ہے وہ شیر شاہِ زمنِ مکاں
ہے مجالِ کس کی کرے گماں

میں جو خود مجسمِ عنسِ بنا
میری قوم کا غم رہا کساں

نہ مٹا سکیں گے نشانِ منزل
ہر اک نشان پہ ہے آساں

وہ جو نقشِ بندِ وفا ہوئے
ہیں رضائے حق ہمہ چشتیاں

کہہ جو سہروردتِ دیم ہیں
ہیں تمام میرے ہم زباں!

میں ہی شاہِ نو کا عِلمِ ہوں
میں بنا ہوں نوشہہ کا رواں

میں ہی صابری رندِ قادری
میں ہری ہری میں ہی سستِ گلیں

میں ترا ہی حُسنِ خیال ہوں
میں تیرے ہی نام کا ہوں نشان

میرے ایک پنجے کی زد میں ہیں
یہ نظامِ نو کی تسلیاں!

میں اٹھوں تو اٹھتی زمین ہے
میں جھکوں تو جھکتا ہے آسماں

میں مٹاؤں دشمنِ ملکِ دین
میں نویدِ ہستیِ دوستاں

میرا نام کوئی نہیں مگر
میں بقائے ملک کا پاسباں

میری اک نظر کا شکار ہیں
جو بنے ہوئے ہیں فلاں فلاں

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے
کہ تو فتنہ کیسے کرے یہاں

نہ یہ راز ہے نہ سرا ہے
ہے ظُورِ مولیٰ کی داستاں

مزدور

مزدور کالیڈر بھی ہو مزدور تو ہے بات
مزدور کی قیمت میں ہے کب کاروں کی بات

ہر شب جو کلبوں میں ہوں بدمست مئے ناب
کیا جانیں کہ مزدور نے کائی ہے کہاں رات

یہ کرتے ہیں تو حین عنریبی کی ہماری!
قارون کے چیلوں نے کہاں بخشی مسادات

انسان کو پیدا کیا اس خالق کل نے!
پیدا کئے جس ذات نے ارض و سموات

وہ چاہے کرے جیسے کرے قادرِ مطلق
ہے کس کی یہ ہمت کہ کرے اس سے سوالات

وہ چاہے یتیموں کو پیغمبر کا لقب دے
مٹی سے اگاتا ہے عجب رنگ کے باعنات

ہے نشانِ داتا ئے ہر زمان
ہمہ عاشقان ہمہ خواجگان

ہے سلام پہلا یہاں روا!
کہ یہ پاک مرقدِ بیبیاں

ہو درود لاکھوں سلام ان پہ
کہ جو ہیں اصل تجلیاں

وہ غریب آقا یتیم و مسکین
کہ روح امیں سر بسجود رہاں

یہ اسی کا نور ظہور ہے!
کہ وہ شاہ شاہان خسرواں

بلغ العلیٰ کی بلندیاں
کشف الدُّجیٰ کی تجلیاں

حسنت جمیع کی شوخیاں
صلوا علیہ کی ہیں مستیاں

تو کہاں ہے واصفِ بے نشان
ہے انہیں کے فیض کی داستاں!

وہ رزق کا ضامن ہے تیری جاں کا محافظ
 وہ چاہے تو پیدا کرے شب و روز سے دن رات
 عزت دے کسی کو تو کسی کے لئے ذلت!
 جس حال میں رکھے ہے اسی کی عنایات

ہم پر ہے اطاعت فقط اس ایک کی لازم
 لیڈر کی خرافات سے نکلے گی خرابات

یہ بلیں بنیں گی کسی بجلی کا نشیمن!
 تم دیکھو تو کیا ہوتا ہے اب دور نہیں بات

مزدور نہ ہو خوش تو ہے لعنت ہی وطن پر
 باغی ہو جو مزدور تو ہے ختم ہر اک بات

یہ ملک دیا جس نے سمجھالے گا اسے وہ
 ہے چشمِ کرم ساقی کوثر کی عنایات

کچھ بات دعاؤں سے بھی ہو جاتی ہے حاصل
 ہم بھول گئے طرزِ فعلِ رسمِ عبادات

ضیبر جو اکھاڑے اسے وَجِدُ اللہ بنا دے
 جس ہات میں کسکر ہوں اسے اپنا کسے ہات

جی چاہے تو لے آئے اسے دشتِ بلا میں!
 جس کے لئے اک کھیل ہے اعجاز و کرامات

دریا کے کنارے رکھے معصوم کو تشنہ
 دے ریت کو عزت تو پشماں ہو فرات

مقتول کو تو زندہ جاوید بنائے
 ملعون کو قاتل کو کسے مات پہ کھامات!

اس رب کی ہے تقسیم انوکھی میسر بھائی
 کیا جانے اسے مشرک و ملحد کی خرافات

پھینا ہے غریبوں کا اگر حصہ کسی نے
 مل جائے گا داپس کہ نہیں کوئی بڑی بات

ہے شرط مگر ایک کہ تسلیم کرو تم!
 طابح ہیں خدا کے یہ جمادات و نباتات

مزدور تھا خود والی امت تھا اگر چہ!
مزدوری عنریبی تو اسی نوڑ کی سوغات
کر شکر کہ مولا نے تجھے اپنا بنایا!
بے چین نہ ہو بھائی بڑے غور کی ہے بات

لعنت ہے وہ دولت کہ جو خود عرض بنائے
لعنت ہے وہ لیڈر کہ جو ہو مست خرابات

لعنت ہے وہ غربت کہ بھکے کفر کی جانب
رحمت ہے وہ غربت کہ جو پا جائے نجات

یہ دُنیا ہمیشہ سے ہی مومن پہ گراں ہے
لیکن یہ فراعین ہیں کیوں تاضنی تھنات

اسلام نے ہر مسئلہ حل کر کے دکھایا
مشرق کا ہے اعجاز نہ مغرب کے کمالات

واصف نے غریبوں کو ہے یہ شروہ سُنایا
اب آنے کو ہے دور کہ بس بھاگیں گے جنت

عشق

تم چاہے جسے اپنا طلبگار بنا لو
بازار کو دیکھو تو خریدار بنا لو

ہر حرفِ تمنا تیرا اعجازِ نظر ہے
اظہار کے انداز کو اشعار بنا لو

قطرے کو اگر چاہو تو قلمِ نظر آئے
اک ذرہ ناچیز کو فنکار بنا لو

اے عشق تیرے دم سے ہے سبِ قِ تماشہ
تم آتشِ نمرود کو گلزار بنا لو

تو ہاتھ نہ آئے تو یہ حیوان مجسم
انسان کو تم صاحبِ اسرار بنا لو

واصف اسی دُنیا میں وہ دُنیا بھی ملے گی
ہے شرط کہ تم عشق کو سالار بنا لو!

ذرا کھول کان کی کھڑکیاں ہے ظہورِ مولیٰ کی داستاں
 کسی طور پر ہیں تجلیاں کہ کلیم پھر ہے گرا ہوا !
 تجھے کیا بتاؤں او بے خبر یہ خبر نہیں ہے یہ ہے نظر
 مجھے حکم اتنا ہی تھا مگر کہ سُنایا جو تھا سُننا ہوا

ظہورِ مولیٰ

ہے یہ عرضِ واصفِ رند کی کہ ملے حکومتِ فقر کو
 ذراتہ میں پہنچے پند کی کہ ہے حکم رب نے کیا ہوا

ہے عجب کہ روتے غریب ہیں وہ کہاں جو رب کے قریب ہیں
 ملے راہِ برعجب ہیں، کوئی سُورہ جیسے چڑھا ہوا
 تو حرام کھا کے شراب پی، تو غریب مار کے خوب جی
 تو جہنمی ہے تو دوزخی، تیرا چہرہ دیکھوں جلا ہوا
 لئے فوجِ سر پہ کھڑا ہوا ہے غنیم در پہ پڑا ہوا
 تو ہے عرضِ خود میں گڑا ہوا تو ہی لیڈری کا خدا ہوا
 نہ امیر ہیں نہ فقیر ہیں کوئی رہبر ہیں نہ پیر ہیں
 یہاں بو ترابی فقیر ہیں کہ ہے ملک اب بھی بچا ہوا
 نیا دور آنے کو ہے ابھی کہ غریب ہوں گے تو ہوں سبھی
 ملے چین پائیں سکوں جی بھی کہ ملے گا حصّہ چھنا ہوا

تلاش

کسی راہ بر کی تلاش ہے نہ ہی ہمسفر کی تلاش ہے
 وہ نظر جو میری نظر ہوتی، مجھے اس نظر کی تلاش ہے
 تو خبر کے دام میں آگیا، کہ جو مہلت لائے گماں ہوا
 میں نکل گیا سوئے لامکاں یہ میری نظر کی تلاش ہے
 مجھے منزلوں کی طلب نہیں، کبھی ہوتی ہوگی یہ اب نہیں
 جو ترے خیال میں کھو گئی، اسی چشمِ ترک کی تلاش ہے
 تراغم ہی چارہ ساز ہے تیرا عشق ہی نماز ہے
 کھلا جب سے راز مجاز ہے، کسی چارہ گر کی تلاش ہے
 ہوں چراغِ داغ بنا ہوا، سرِ شام جلتا ہوں شوق سے
 برے پاس آئیں گے وہ کبھی جنہیں اک سحر کی تلاش ہے
 نہ فراق کی مجھے ہے خبر نہ خیالِ عرض وصال ہے
 میں جبیں شوقِ ضرور ہوں پیرِ سنگِ در کی تلاش ہے
 میں وہی ہوں واصفِ بے ہنر تیری یاد میں ہوا در بدر
 کہ فنا بقا کی نہیں خبر، تیری راہ گنذر کی تلاش ہے

باغوں میں بہار آئی

باغوں میں بہار آئی
 پی پی ہے پیسے کی، کوئل کی پکار آئی
 گل چاک نہ ہو جائیں
 مہصوم تمنا تیں، بے باک نہ ہو جائیں
 مہصوم نگاہیں ہیں
 پل بھر کی خوشی دیکھی، پھر عمر کی آہیں ہیں
 کیوں روتی ہے یہ شبنم
 تم تم نہ ہو گے جب، ہم بھی نہ رہیں گے ہم
 پل بھر کی خوشی دیکھی
 روتے ہوئے شبنم نے پھولوں کی ہنسی دیکھی
 جو آنکھ بدلتے ہیں
 وہ لوگ زمانے میں پھر ہاتھ ہی ملتے ہیں
 یہ کیسا زمانہ ہے
 اس دُنیا میں آنا ہی جانے کا بہانہ ہے

تو گھر کس کو کہتا ہے
ہم سے غلطی ایک ہوئی
نہ جانے ہم نے کیونکر
ہم سندھی نہ پنجابی
اب ہم غیروں کے ہیں غیر
میں اسلام کا لیڈر ہوں
میری ایک جماعت ہے
میں نے افسانے لکھے
میرا نام تو گل ہے
میں چاہوں سب کو ماروں
میں تقریر کا ماہر ہوں
میں اب جنگ کروں تم سے
لاٹھی گولی میرے پاس
میرے پاس ہزاروں جن
اب میرے تیور بدلے
میرا ادب ہوا لازم

مٹی ہے تو جس گھر جا
لا الہ الا اللہ
کس کے نام پہ ملک لیا
ہم نے دلی کو چھوڑا
یہ وہ ہم تم کون ہے کیا؟
کون پڑھے لاجول ولا
اسلامی انداز مرا
میں نے علم بڑا پایا
میں اب تخت کا ہوں شیدا
میرے پاس بڑا پیسہ
نہ جانے کیا بول گیا
مدت تک میں چپ بیٹھا
نام تو لو اب جلسہ کا
کارندے میرے طلبا
اب میرا انداز نیا
انا ربکم الاعلیٰ

میں قطرے میں ہوں دریا

میں قطرے میں ہوں دریا
میں سمٹوں پھیلوں ہر سو
میں مشرق میں ہوں مغرب
میں شبہم موتی تارا
میں چاہوں کس کو چاہوں
میں پر بت دھرتی میری
انت مجھے ہی پاؤ گے
آج ملن کی آئی رات
میں ہوں پریم تمہارا کون
تیری چاہت دھوکا ہے
تو بھائی کی کاٹے جیب
تو اندھا ہے کیا دیکھے

میں ذرے میں ہوں صحرا
میں ہوں اک بادل کالا
میرا انت کہاں ہو گا
میں اشکوں کی ہوں مالا
میری چاہت پر نہ جا
میں شہباز فلک میرا
میرے جیسا ڈھونڈ کے لا
رورو کے تھادین کاٹا
تو ہے پیسے کا بھوکا
میں ہوں دھوکے کا دھوکا
نام نہ لے تو مولا کا
میں نے تجھ کو دیکھ لیا

عید مبارک*

افسردہ ہیں انسانکِ زمین، عید مبارک
 آزرده مکان اور مکین، عید مبارک
 نمانکِ ندامت سے جسبیں، عید مبارک
 یہ عید کوئی عید نہیں، عید مبارک
 یہ صبحِ مشرت ہے کہ شامِ غریباں
 رنجیدہ و دلگیر و حسرتیں، عید مبارک
 ملت کے حواں قید میں پابندِ سلاسل
 پر دیس میں کمیپوں کے مکین، عید مبارک
 چھلنی کیا کوفٹار نے تاریخ کا سینہ
 دل کو نہیں ہستی کا یقین، عید مبارک

میں موجود وجودی ہوں دیکھ ذرا میرا چہرہ
 میں ہی غیب کا عالم ہوں اب فتنہ برپا ہوگا
 میرے گھر میں سوکاریں میں اسلام نہیں ہوں کیا
 پاکستان بنایا میں نے! میں اس ملک کا بانی تھا
 میں اس ملک کا حافظ ہوں جو ہوگا ہو جائے گا
 اندھے لوگ کہاں دیکھیں میں جانوں کہ قہر خدا

واصف نے کچھ پھونکٹ دیا
 میرا کام تمام ہوا!

”ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات“
 رکتے ہیں کہیں پاپے یقیں، عید مبارک
 پھر نعرہٴ تکبیر سے گونجیں گی فضا میں
 آپہنچا ہے وہ وقت قرین، عید مبارک
 مومن کبھی مایوس نہیں رحمتِ حق سے
 مومن کا ہے دل عرشِ برین، عید مبارک
 اُنے کو ہے اب دور تر امیرِ عساکر
 کہتی ہے تجھے فتحِ ممبئی، عید مبارک

ملت سے شہیدوں کا لہو کہتا ہے واصف
 دُنیا کے عوض بیچ نہ دیں، عید مبارک

تو جید پرستی ہی فقط جرمِ تھا میا
 گہنائی ہے کیوں عظمتِ عید مبارک
 کچھ بھول ہوئی ہم سے یہ کہنا ہی پڑیگا
 بے وجہ یہ اُفتاد نہیں، عید مبارک
 افسوس تو یہ آج بھی ہم ایک نہیں ہیں
 اک نظرِ کرم بانی دیں! عید مبارک
 کہنا ہے بصدِ عجز یہ اربابِ وطن سے
 کب آئے گا وہ دورِ حسین، عید مبارک
 بھٹکی تو ہے یہ قوم رہِ راست سے لیکن
 اس قوم کا ثانی ہے کہیں؟ عید مبارک
 پہنچائے اسیروں کو صُبا، عید مبارک
 گو دیر ہے اندھیر نہیں، عید مبارک
 محبوس جوانوں کے عزیزوں سے یہ کہنا
 مولا ہے نگہبانِ دامن، عید مبارک
 یہ بات قلندر کی قلندر ہی کہے گا
 گو بات یہ کہنے کی نہیں، عید مبارک

ترے جلوؤں کی زد میں آگئے ہیں
ہم اپنے آپ سے شرمناگئے ہیں

ہمارے پاس ہی وہ آرہے تھے
بجائے ہم وہاں بے جا گئے ہیں

قیامت کا سہی دن تو طلوع ہو
سکوتِ شب سے ہم گھبرا گئے ہیں

بہت تھی مختصر روئیدادِ ہستی
چلے تھے گھر سے ہم گھرا گئے ہیں

لگا ہوں میں چھپا تھا قلزمِ اشک
یونہی داصف سوئے صحرا گئے ہیں

اپنے دیس میں میں پر دیسی، اپنے گھر میں میں مہمان
 روپ انوکھے یاد تری کے، تو چلے ہے اب مان تہ مان
 بستی بستی، جنگل، صحرا، تجھ کو سا جن ڈھونڈا ہے
 ہر چہرے پہ آنکھ ہے میری، ہر آہٹ پر میرے کان
 دیر و حرم کی سرحد سے ہے، دور تمہارا دیس پیسا
 شاہ رگ سے نزدیک، ملا ہے کل یوم ہونی نشان
 شمس و قمر میں تیرے جلوے، ارض و سما میں نور تیرا
 پتھر کا پنپے نام سے تیرے، نجم و شجر ہیں یسجدان
 وحدت کثرت، کثرت وحدت، کھیل پرانا آنکھ مچولی
 خود کو اپنی آنکھ سے دیکھے، ہم سے کیسی جان پہچان

اک درد کا قصہ یاد رہا، میں دل کا لگانا بھول گیا
 رورو کے سنایا افسانہ، عنوان بتانا بھول گیا
 کب کس کی نظر سے اپنی نظر کرائی کہاں تو یاد تو کر!
 مدہوش نظر نے مست کیا میں ہوش میں آنا بھول گیا
 ساتی کی نظر سے پی میں نے، میخانے میں کھرام چھا
 رندوں نے بہت پوچھا لیکن میں نام بتانا بھول گیا
 کل تک میں کسی کی بزم میں تھا اب ڈھونڈ رہا ہوں محفل کو
 اک راگ الاپا تھا لیکن میں گیت سنانا بھول گیا
 گستاخ نہیں بے باک سہی، ناگاہ نگاہیں چاہوں نہیں
 میں سر کو جھکانا بھول گیا نظروں کو گرانا بھول گیا
 واصف کو ملے انداز عجب آنسو ہیں مری ہستی کا سبب
 کس بات پر روتا ہوں ہر شب ہے قصہ پڑانا بھول گیا!

سائنس کی آرمی کاٹ رہی ہے عمر کا سایہ دار درخت
 یہ بستی بسنے کی نہیں ہے، کوچ کا کر لیجے سامان
 یثرب و دہما کے سنگ ہولی ہر دم کھیلے الرَّحْمٰن
 یٰسَّنْ وَحُوْمَزْمَل، طَهَّ نُوْرَ وَالْقِرَآن

واصف بیچارہ کیا بولے، بھید تمہارا کیونکر کھولے
 تو کیا ہے تو خود ہی جانے، یا جانے ناطق تترن



تیرا ملنا محال کیا ہوگا
 تو بلا بھی تو خال کیا ہوگا

سوچ کر لائیے جواب کوئی
 جانتے ہو سوال کیا ہوگا

برے ہوتے ہوتے ہوا نہ کبھی
 بعد میرے وصال کیا ہوگا

تجھ کو دُنیا سے ہی نہیں فرست
 تجھ کو میرا خیال کیا ہوگا

یار کی یاد بن کے رہتا ہے
 زخم کا اندمال کیا ہوگا

ان کی نظریں بدل گئیں واصف
 شیشہ دل میں بال کیا ہوگا

دارِ ہستی منتظر ہے صد انا سحت کی پکار
میکدہ میں جھومتی گاتی ہوتی آتی ہمار

چشمِ ساتی نے کیا ہر زند کو ہے رازداں
چاک ہے دامنِ گلِ بلبل ہوا ہے بیقرار

جلوۂ محبوب کی رنگینیاں ہیں ہر طرف
دیدۂ حیراں لئے دردِ دیوار ہے آئینہ دار

گرمیِ رخسار کہنا ہے تو کہہ لیجے اسے
زندگی بے کیف تھی ذوقِ فنا کا ہے خمار

بوعلی شہباز ہے شہباز ہے بوئے عملی
سب علی کا فیض ہے کہنے میں کیا ہوتی ہے عار

اک انوکھے رنگ سے تعمیرِ ہستی ہو گئی
پھر جنوں نے کر دیا دامنِ خرد کا تار تار

گر گس و بلگے نے اپنا نام رکھا شاہباز

اور واصف چُپ ہے جیسے نہیں ہے ذوالفقار

میں نے کا در ہے مست نگر، نذرانے میں سر پہ لے کیا ڈر
ساتی کی نظر سے پی پیج کر، صد جام اگر ہمت ہے تو بھر
مٹی میں ملے، تو راز ملے، ہر عتدہ کھلے، یوں دور چلے
دلبر نہ ملے، دل کیوں نہ جلے، جب شمع جلے، پروانہ رہے کیوں کر
ساتی ہے جہاں، میں خانہ وہاں، کر دل سے فغاں وجہ اللہ عیاں
مت کھول زباں، کہ راز نہاں، ہو جائے عیاں، تو دار پر سر
میں کیسے کہوں، جو چاہوں کر دوں، دیکھوں یا سنوں، گن سے فیکوں
اے سوزِ دروں، میں کس سے ڈروں، میں تھا میں ہوں، ہستی کا سفر
نعرہ ہی ہر اے ہے بانگِ درا، دی میں نے صدا، افسلاک ہلا
اک گجر بجا، تو سویا رہا، اب سو کے دکھا، نویت گھر گھر

میں جان گیا، پہچان گیا، تو نے جو کہا، سامان گیا
 لے آئے ہو کیا، پوچھے گا خدا، کر غور ذرا، اس وقت سے ڈر
 ملت کس کی، لاٹھی جس کی، بڑے جس کی، ہے تھی جس کی
 آرائش کی، آرائش کی، آرائش کی اب بات نہ کر
 کیوں چور ہوا، مجبور ہوا، رنجور ہوا، بے نور ہوا
 جو دور ہوا، کافر ہوا، مغرور ہوا، نیچا ہوا سر

واصف کی سنو اپنی نہ کہو تم کیا جانو، تم کیا سمجھو
 مستی دیکھو، مستی سے ڈرو، چاہو تو سنو، ساقی حیدر



مرے ہی دل میں رہے اور دُور نہ ہوتے
 برنگِ اشکِ ملے حُسنِ چار سونہ ہوتے
 مٹا خیالِ زمان و مکاں کہ جیسے ہم
 ترا جمالِ ہوتے خاکِ کوہِ کونہ ہوتے
 تیرے فراق میں صدیاں گزار دیں ہیں مگر
 تمہارے جیسے ملے لاکھ، ہو ہونہ ہوتے
 کہ رائیگاں ہوتے ابلیس کا نصیب ہوتے
 وہ سب کہ جو کسی چوکھٹ کی اُردنہ ہوتے
 چلا ہوا ہے ازل سے ہی کاروانِ خیال
 طیورِ قدس کبھی صید جستجو نہ ہوتے
 ہیں چاکِ ہستی ہوں مجنوں کا پیر ہیں تو نہیں
 یہ چاک وہ ہیں ازل سے ہی جو رونہ ہوتے

ڈبو گئی مجھے مستی میں اک نگاہِ کرم
 وہ ولولے ہیں کہ جو حاصلِ سُبُو نہ ہوتے
 ترے جمال کی رنگت کہاں کہاں نہ ملی
 یہ اور بات کہ ہم حرفِ آرزو نہ ہوتے
 تمہارا ذکر ہر اک لب پہ اچھلا تھا مگر
 ہم ایسے کھوئے کہ بس وجہِ گفتگو نہ ہوتے
 تمہاری یاد میں کعبہ بنا ہوا ہے دل !
 نگاہِ شوق کے سجدے بھی بے وضو نہ ہوتے

مجھے کب زندگی کی آرزو ہے
 مگر جب تک تمہاری جستجو ہے
 بہاریں ہی بہاریں ہیں چمن میں
 گلوں میں رنگ ہے باقی نہ بُو ہے
 ڈبویا نا خدا نے جو سفینہ
 کناروں کو اسی کی جستجو ہے
 جدائی کی شکایت کر رہا ہوں
 اسی سے جو ہمیشہ رُو برد ہے
 تیرے چہرے کی رنگت دیکھتا ہوں
 یہ کس کی آرزوؤں کا لہو ہے

نشانِ منزلِ دل پوچھتے ہو کیا داصفت
 چمن کے پھول کبھی مخورنگ و بُو نہ ہوتے



جسے تو پی رہا ہے میکدے میں
لوہے وہ لوہے وہ لوہے

تجھے اک بار کیا واصف نے دیکھا!
تجھے پھر دیکھنے کی آرزو ہے



جو سنا تھا سنا دیا میں نے
یعنی سب کچھ بتا دیا میں نے
جس کو دیکھا گیا تھا صبح ازل
اس کا جلوہ دکھا دیا میں نے
بجلیوں کو مچلتے جب دیکھا
آشیاں خود جلا دیا میں نے
میں نے ہر سو تمہارا غم پایا
یوں ترا غم بھلا دیا میں نے

مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
 میرا بن کے یہ کیا کیا تو نے
 میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
 اس قدر غم عطا کیا تو نے
 اب طلب کی طلب نہیں مجھ کو
 نقشِ فانی فنا کیا تو نے
 چند لمحوں میں رات ختم ہوئی
 صبح خنداں یہ کیا کیا تو نے

تیرے اشکوں کی بات کیا کہنے
 ہر قدم نگوں بہا دیا میں نے
 سنگِ در خود تڑپ کے آ پہنچا
 یونہی سر کو جھکا دیا میں نے

رازِ تسلیم جب کھلا واصف
 نقشِ ہستی مٹا دیا میں نے



تیری چاہت میں دُور جا نکلا
مار سوا ماورا کیا تُو نے

آج واصف نے کہہ دیا اس کو
بخدا باخدا کیا تُو نے



مستی عرفان ہی ہستی کا میری ناز ہے
آنکھ کا ہر ایک پردہ اک جہانِ راز ہے
لٹ گئی طرزِ فغاں رنگِ وفاڑ نے لگا
چپ ہوا بلسل کہ گلِ محو خرامِ ناز ہے
مے کشو جھومو کہ اب آنی بہا رجا دواں
پھر وہی جوشِ جنوں ہے بے خودی کا سا زہے
قافلہ سے منتظر ہوٹل میں بے جا ہے پڑا
میرِ ملت کی طبیعت کیوں ہوئی ناسا زہے
ملک و ملت کی نگہبانی کریں اہل جنوں
عقل خود ہیں، خود نما، خود کار و حیلہ ساز ہے

اب جہاں رنگِ دُبو میں انقلاب آنے کو ہے
 پھر کسی محمود کا ہی منتظر ایاز ہے
 طور سہا ہے کوئی مولیٰ قریب المرگ ہے
 ڈر گیا خئیبر کہ آئی دور کی آواز ہے

کہہ گیا واصف جنوں میں بات کہنے کی نہ تھی
 راز کے یسنے میں پنہاں سینہ ہمراز ہے



تو عبادتِ زباں سے کرتا ہے
 دل عبادتِ فغاں سے کرتا ہے
 بے حسی حاصلِ مراد تری
 بات تو کس گمماں سے کرتا ہے
 مجھ کو تعلیم دے رہا ہے تو
 بات میری زباں سے کرتا ہے
 تیری دُنیا ہی دین ہے تیرا!
 فیصلہ بے نشاں سے کرتا ہے
 یہ مجسم ہی سیفِ قاطع ہے
 مشغلہ بے زباں سے کرتا ہے
 تیری ہستی کا راز ہے پیسہ
 سامنا نیلستاں سے کرتا ہے

کیا بتاؤں کہ کون ہے واصف!
 بات کس کے جہاں سے کرتا ہے

شبِ غم ہے کہ کوہِ گراں ہے!
 سکوتِ دوہماں مچوِ فغاں ہے
 وہی میں ہوں وہی گلِ کاسماں ہے
 بہر سو رقصِ جانِ ناتواں ہے
 تمہارے نام سے رنگیں ہوتی ہے
 تمہیں کیا یہ ہماری داستاں ہے
 ہرے دل میں یا میرے غیر کے گھر
 خُدا رکھے سلامت تو جہاں ہے
 مری جاں تو سحر ہے یا قیامت!
 ترے آنے کا ہر لحظہ گماں ہے
 جہاں رنگ و بو میں قید کر کے
 بستم ہے پوچھتے ہو تو کہاں ہے

ترے فیضِ کرم سے آجِ واصف
 حیرم لامکاں کارازداں ہے

غم میں ڈوبے چاند ستارے
 رات کا طوفانِ دورکنارے
 تم کیا جانو، تم کیا سمجھو
 جیت کے بازی ہم کیوں ہارے
 جل میں آگ لگائی کس نے
 آنکھوں سے ٹپکے انگارے
 پھاڑ کے پھینکا چاکِ گریباں
 یار کی خاطر دار پہ وارے
 ڈنگ ڈنگ ناؤ ڈولے
 لے ڈوبیں گے کھیون ہارے
 اس دُنیا میں کون کسی کا
 اپنے ہی بیگانے سارے

شیخِ حرم کیا ہے واصف
 میخانے میں رات گزارے

اب بیت گیا وعدے کا دن اب رات جُدائی کی آئی
 ہر اشک تیری تصویر بنا، میں کیسے کہوں تو ہر جانی
 یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا ہے جادو
 ہے دل میں ترا سودا جب سے کہتے ہیں مجھے سب سودائی
 ہر سانس میں تیرا نام لیا ہر بار پکارا ہے تجھ کو !
 ہے یاد تری نس نس میں بسی تو ملجائی تو مادائی
 اک عمر تری راہوں میں چلے ہر گام پہ تیرے دیپ چلے
 رستے نہ کٹے، لمبے تھے بڑے، لیکن نہ طبیعت گھبرائی

واصف کو ملا ہے از بقاب خاک نشیں ہونا ہی پڑا
 جب فیضِ نظر مولا کا ہوا، کہتے ہیں مجھے سب مولائی

ظلمتِ شب میں ترے وعدے چراغاں کر گئے
 اشکما سے بے بسی منزل کو آساں کر گئے
 وائے نادانی کیا ان کے تغافل کا گلہ
 منفعل ہو کے وہ ہم کو بھی پشیمان کر گئے
 آزمایا ہم غریبوں کی دغا کو بار بار !
 گا ہے مورِ ناتواں گا ہے سیماں کر گئے
 ہم نے پہچانا کہ ہیں خود ہی زلیخائے جہاں
 ماہِ کنعاں کر گئے پابندِ زنداں کر گئے !

ہم نے واصف دیکھ لیں تقدیر کی رعنائیاں
 اک بُتِ کافر کے وعدے یوں مسلمان کر گئے



ترے خیال نے بخش تھی جو خوشی نہ رہی
 تمہارے غم میں جو شامل تھی دکھتی نہ رہی
 بڑے قریب سے دیکھی تھی ہم نے صبحِ امید
 قریب تر ہوئے جب ہم وہ روشنی نہ رہی
 تم اپنے عہدِ جوانی کو رو رہے ہو مگر
 ہم اپنے حال پہ روتے ہیں زندگی نہ رہی
 بڑے وثوق سے ہم میکدے میں آئے تھے
 نگاہِ ساتی جو اٹھی تو تشنگی نہ رہی
 ہزار کہتے کہ یہ آگِ دل لگی میں لگی !
 جب آگ لگ گئی دل میں تو دل لگی نہ رہی
 وطنِ وطن تمہارے ساتھ جو ہوا سو ہوا
 دیارِ غیر میں کیا آبرو رہی نہ رہی

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں آنے والے ہیں
 یہ اور بات کہ آنکھوں میں جان ہی نہ رہی

مذاکی ہے تری راہ میں فنا کی
 ہری ہستی مصیبت تھی دوا کی
 تجھے ہم ماورا سمجھے ہوئے ہیں
 عبادت ہے محبتِ ماورا کی
 ندامت سے ہراسِ جھک گیا ہے
 مجھے حاجت ہوئی جب بھی دعا کی
 نظامِ دو جہاں برہم ہوا ہے
 نگاہوں نے ذرا سی اک خطا کی
 وفا مشکل تھی سو رہنے ہمیں دی
 جفا آسان تھی تجھ کو عطا کی

زلزلے کا ہے ڈرِ واصفِ وگرنہ !
 ہے ان کی بات میں شوخیِ بلا کی

طلب طلب ہے مگر دور بد نصیب سا ہے

کہ خواجگی تو رہی بندہ پروری نہ رہی

مری نوشتت میں تھی خاک دو جہاں رنہ

تمہارے فیضِ کرم میں تو کچھ کمی نہ رہی

محیط تھی مری ہستی یہ وہ نگاہِ کرم

بنی تھی بات مگر تاب کے، بنی نہ رہی

وہ ایک بات کہ جس پر نہ تار تھا واصف

وہ بات جان تمنا کو یاد ہی نہ رہی



مستی نئے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
بے کیف کبھی وادیِ کفر ہو نہیں سکتی

لیلے کا فسوں کہنے کہ وحشت کا تافاضا
ویرانوں کی رونق کبھی کم ہو نہیں سکتی

کچھ پایا ہے یا کھویا ہے سب تیری عطا ہے
ہم خوش ہیں کہ توصیفِ کرم ہو نہیں سکتی

جن راہوں سے ہم گزے چراغاں ہی کیا ہے
پر دانوں کی راہ، راہِ عدم ہو نہیں سکتی

اعلانِ انا الحق سے کھلا راز یہ واصف
داصل جو کرے موت ستم ہو نہیں سکتی!



مرحبا حسن شان یکتائی
اپنی صورت کا آپ شیدائی

اے خوش ذوق بزم آرائی
خود ماسا و خود تماشا ئی !

کاسہ چشم تھا تھی کب سے
آپ آئے تو آنکھ بھر آئی

اشکِ فرقت میں بارہا دیکھا
کیا قیامت ہے وصلِ ہر جانی

غیر کے پاس تذکرہ میرا
یاد میری تجھے کہاں آئی !

ہو کا عالم ہے سوچ کا عالم
اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

آرزوئے کمالِ واصف کو
کوئے جاناں میں سر کے بل لائی

ہے ابھی تک جو سفر میں وہ میری منزل سہی
جو نگاہوں میں عبث ہے وہ میرا حاصل سہی
تو نہیں تو کیا ہمارے واسطے کچھ بھی نہیں
یاد ہی تیری مری جاں گرمی محفل سہی
پالیا ہے سب خرد مندوں نے رازِ زندگی
ہم گریباں چاک اپنے آپ ہی قابل سہی
تیری جانب میں نے دیکھی ہے زمانے کی نگاہ
میرے رستے میں مری اپنی نظرِ حاصل سہی
کشتیوں کے واسطے گرداب ہی گرداب ہے
نا خدا کے واسطے شادابی ساحل سہی !



ہماری خاک سے بھی بدگماں ہو
 ترے سینے میں بل ہے دل نہیں ہے
 کمالِ حُسن ہے اُتینہ سازی
 ہمارا عشق ہی کابل نہیں ہے!

کہا ساقی نے واصف کو بُلاد
 کریں کیا گرمی محفل نہیں ہے



مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے
 کہ اب اشکوں میں خوں شامل نہیں ہے
 تلاشِ ناخدا مقصد ہے میرا
 مرے پیشِ نظر ساحل نہیں ہے
 نظر محبوب ہو جاتی ہے ورنہ!
 یہاں پردہ کوئی حائل نہیں ہے
 یہ شمع جسل رہی سے یا پتنگا
 وہ کیا جانے جو خود واصل نہیں ہے
 ہر اک تعمیر کی تخریب ضد ہے
 تری منزل ہری منزل نہیں ہے

انہیں بھی ہماری خبر ہو گئی ہے !
 بڑی بات تھی مختصر ہو گئی ہے
 محبت نہیں ہے تو یہ اور کیا ہے
 تری آنکھ بھی آج تر ہو گئی ہے
 ترا غم رہا زندگانی کا ساتھی
 مسرت سے اپنی بسر ہو گئی ہے
 ذرا تو نے اپنی نگاہوں کو بدلا !
 یہ دُنیا ادھر سے ادھر ہو گئی ہے

کیا آج واصف نے سجدہ صنم کو
 یہ لغزش نہ ہوتی مگر ہو گئی ہے



قدم قدم تیری راہوں میں گو چراغ جلے
 ہمارے دل میں تری حسرتوں کے داغ جلے
 اگر بہار یہی ہے تو پھر خُنداں اچھی
 کھلے ضرور مگر کھل کھلا کے باغ جلے
 یہی ہے حاصل ہستی یہی ہے شمع مراد
 پتنگے دے کے تری بزم کا سرخ جلے
 حیاتِ نو کا ہے پیغام یا کہ حشر کا دن
 کہ دل جلا ہے بدن جل گئے داغ جلے
 چلے تھے یار کئی ساتھ آئندہ دیکھا!
 کہ دل جلے تو ملے، نہ ملے دماغ جلے

تمہاری یاد میں جل جل کے جل گیا واصف
 چراغ بن کے انہیں حسرتوں کے داغ جلے

میری ہستی عبادت ہو گئی ہے
مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے

تیرے آنے سے پہلے تھی قیامت
تم آئے تو قیامت ہو گئی ہے
سکون دل سے اس کا واسطہ کیا
تری جس پر عنایت ہو گئی ہے

سراج زندگی بجھتا ہے جس نے
اسی غم سے عقیدت ہو گئی ہے
نہیں ہے دخل کچھ تیری جہنم کا
یونہی رونے کی عادت ہو گئی ہے

وہ آئے غیر کو لے کر لمحہ پر
مصیبت پر مصیبت ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں کہ واصف مرچکا ہے
مبارک ہو شہادت ہو گئی ہے

آدمی کا آدمی شیدا ملے
کون کس کے خون کا یا سا ملے
انجمن آرائیاں ہیں چارو
شہر میں ذوقِ نظر تنہا ملے
آسمان زیرِ قدم آئے تو کیا!
دل کی دُنیا میں کوئی رستہ ملے
مل سکیں ارض و سما لیکن کہاں
ڈال سے ٹوٹا ہوا پتا ملے
نام جن کا ذہن میں آتا نہیں
ان کا ہی چہرہ ہمیں ہر جا ملے

آج واصف کا نشیمن جل گیا
کل یہی گلشن ہمیں جلتا ملے

ہر ذرہ ہے اک وسعتِ محرا میرے آگے
 ہر قطرہ ہے اک موجِ دریا میرے آگے
 اک نعرہ لگا دوں کبھی مستی میں سرِ دار
 کعبہ نہ بنے کیسے کلیسا میرے آگے
 وہ خاک نشیں ہوں کہ میری زد میں جہاں
 بل کھاتی ہے کیا موجِ ثریا میرے آگے
 میں ہست میں ہوں نیست کا پیغام مجسم
 انگشتِ بدنِ داں ہے میجا میرے آگے
 میں جوش میں آیا تو یہی شلزم ہستی
 یوں ہٹا کہ جیسے کوئی قطرہ میرے آگے

یار کو اشکبار دیکھا ہے
 رازِ دل آشکار دیکھا ہے!
 جس نے پایا ہے نقشِ پائے ناز
 سر وہی سوتے دار دیکھا ہے
 دیدہ گریاں و سینہ بریاں
 حُسنِ کاشا ہمار دیکھا ہے
 چشمِ ساقی میں ڈوب کر ہم نے
 قلم بے کنار دیکھا ہے
 بے نیازِ وفا کو دنیائے
 محو شد انتظار دیکھا ہے

دامنِ صبر اب کہاں واصف
 ہر رگِ تار خار دیکھا ہے!



لے آیا ہوں افلاک سے ملت کا مقدر
 کیا کیجئے مقدر کا شکوہ میرے آگے
 استادِ زمانِ فخرِ بیاں کی ہے توجہ
 غالب کی زمیں کب ہوئی عنقا میرے آگے

واصف سے میرا نام مگر راز ہوں گہرا
 ذرے نے جگر چیر کے رکھا میرے آگے



تو کرے ستم ہے ستمِ کرم
 تو صنمِ ہری میں ہری صنم
 من و تو سے بحث نہیں مجھے
 تیرا غم ہوا ہے برا ہی صنم
 تیرے جلوہ ہائے قدیم نے
 کیا ہر حدوت کو ہے قدم
 کہ نہاں عیاں ہے عیاں نہاں
 ہمہ آئینم ہمہ صورتِ تم
 تیری یاد میری نماز ہے
 میرا سر جھکا ہے صنمِ صنم
 تیری زلف ہائے دراز کا
 میں ایازِ ناز بنا ہوں خم!

تیرے میکدے کا میں راز ہوں
 تیرے میکشوں کا میں جامِ جم
 ہے فنا بقا کی کہاں خبر
 کہ جنم ہی موت کا ہے جنم
 یہ تیرے کرم کا ہے فیصلہ
 کہ میں شاہبازِ قلندر م

زندِ مولیٰ کیسے کاٹیں شامِ غم
 مے کشیِ خوباں پرستیِ جامِ جسم
 حُسنِ اَدلِ عاشقِ خود جلوہ گر
 ایں جہاں آئینہ روئے قدم
 خویش را بر خویش شیدا کردہ ای
 من مثالِ رنگِ گلِ محو منم
 مستیِ عرفاں مری، مستیِ کاراز
 رقصِ بملِ سازِ ہستی دیدہ ام
 وہ ہوئے، میں ہوا کہ آپ بھی
 ہیں صنم گر بھی محو رنگِ صنم
 شرحِ رسمِ عاشقی ہے کیا
 چشمِ تر، آہ، سوزشِ پیہم

میں وہی ہوں واصفِ بے خبر
 کہ نہ کم نہ بیش نہ بیش نہ کم

یادِ او، جُز دیدِ او یادِ دیگر

یا طے بت خانہ یا ٹوٹے صنم

زورِ مطبق خود تجلی کا شکار

خود پھسے خود پائے خود کو ہر قدم

واصفِ بے نام و نسبت کا نہ پوچھ

نامِ مولیٰ مل گیا اس کو قلم



دل ان سے جو مالگا تو پشیمان ہوئے ہم

نادان تھے، نادان تھے نادان ہوئے ہم

ہم تجھ کو دکھا دیتے حُدائی کا تماشہ

سو باتوں کی اک بات کہ انسان ہوئے ہم

جب سے تری چوکھٹ پہ جھکایا ہے جبین کو

ہم رند بنے، مستی عسرفان ہوئے ہم

ہر چہرے میں اتنا ہے نظر اپنا ہی چہرہ

خود اُنسینہ خود دیدہ حیران ہوئے ہم

یوں دل میں لئے پھرتے ہیں تصویر تمھاری

جیسے کسی کعبے کے نگہباز ہوئے ہم

دعدہ ہے ملاقات کا اب آنا پڑے گا

لے جان تری یاد میں بے جان ہوئے ہم

اس پرودہ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا

انسان کہاں مظہرِ بزدان ہوتے ہم

پہچان گئے تجھ کو زلیخا کے زمانہ

بدنام ہوتے یوسفِ کنعان ہوتے ہم

اک بت کی پرستش میں کھلا رازیہ و اصف

کافر جو ہوتے حافظِ قرآن ہوتے ہم



میں تو ہوا ہوں گردشِ شام و سحر میں گم
منزل کو کیا ہوا، وہ ہوئی کس سفر میں گم!

کیوں گم ہوئی نگاہ تری کائنات میں
جب سے مری نظر ہوئی تیری نظر میں گم

ساحل پہ آگاہ ہے میرے نافعہ کی خیر
اپنی بلا سے کشتی ہوئی کس بھنور میں گم

انجامِ آرزو ہے فقط مرگِ آرزو
دل سے نکل کے بات ہوئی خود اثر میں گم

مخمسر سے کم نہیں ہے یہ ہنگامِ زندگی
پھرتے ہیں لاکھوں آدمی تنہا نگر میں گم

یہ اور بات تجھ کو ہمارا ہی خبر نہ ہو
ہم ہو چکے ہیں کب سے تیری رہگذر میں گم

اب صبح نو سے خاک توقع کرے کوئی
جب آفتاب ہو گیا گردِ سفر میں گم

اڑنے کے بعد آپ خلاؤں میں کھو گئے
اچھے رہے ہیں کہ رہے بالِ دہریں گم

کیا ملے واصف کی مستی کا سراغ
چشمِ ساقی نے کیا روشن چہ سراغ
ہر قدم پر اک نئی منزل ملی
گل کھلے ہیں یا ہمارے دل کے داغ
خود ہوا ہے جلوہ گر حسنِ ازل!
ہے جنوں کی سلطنت، عاجز دماغ
مستیِ رنداں سے جھوم اٹھی زمیں
آسماں ہے سرنگوں جیسے ایابغ
دل میں آنکھیں ہیں تو ہے آنکھوں میں دل
باغ میں ہیں پھول اور پھولوں میں باغ

واصف وہ ایک بات جو لب تک نہ آسکی
وہ بات ہو گئی ہے ہری چشمِ تری میں گم



آوارگانِ عشق نے منزل کو پا لیا
 راہوں میں سر پٹختی رہی عقل عمر بھر
 تاثیر ڈھونڈتی تھی کبھی آہِ نارسا
 اب ڈھونڈتا ہے آہ کو رونا ہوا اثر
 دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
 تاروں کی روشنی بھی رہی زینتِ قمر

واصف کو کس نے ہوش سے بیگانہ کر دیا
 فطرت جنوں پسند تھی لیکن نہ اس قدر



بنو گئی کسی کی نظر سے مری نظر
 گویا شبِ فراق سے آکر ملی سحر
 راہِ بے بلا نہ راہ میں کوئی بھی ہمسفر
 پوچھو نہ کس طرح سے ہوئی زندگی بے
 ہر مرحلے پہ ذہن میں یہ کشمکش رہی
 ہستی سے ہو مفرکہ مراحل سے ہو مفر
 ہم کو خودی نے اپنا خدا ہی بنا دیا
 جب بے خودی ملی تو گرے پائے یار پر
 وارث سے میکدے کا وہی زندہ نشہ کام
 جس کی نظر ہو گردشِ لیلِ نہار پر
 وہ دن کہاں گئے کہ محبت تھی زندگی
 اب وہ نظر کہاں ہے کہاں دل کہاں گئے

میرے گھر من موہن آئے
 دیپ پہ دیپ جلاؤں آج
 سکھیاں سنگ کئی جگ بیتے
 ساجن کے گھر جاؤں آج

واصف گہرا راز کسی کا
 میں کیسے بتلاؤں آج

کل کی بات سناؤں آج
 اچھا ہو مر جاؤں آج
 جھانک میرے آئینہ دل میں
 اک چہرہ دکھلاؤں آج
 تیری زلف کے بادل چھاتے
 میں بارش برساؤں آج
 ہجر کی رات ستارے روشن
 چاند کہاں سے لاؤں آج
 تڑپ تڑپ کے یہ دن آیا
 تجھ کو بھی تڑپاؤں آج
 میرے آنسو انکارے ہیں!
 جل میں آگ لگاؤں آج

روتے روتے گزار دی ہے رات
 ایک مفلس کی زندگی ہے رات
 دن کو بھی رات کا خُمار رہا!
 مے پرستی میں کٹ گئی ہے رات
 صبحِ امید کی تلاش کہاں
 صبح ہوتے ہی چھا گئی ہے رات
 تیری آنکھوں کی مستیوں کی قسم!
 میں نے آنکھوں میں کاٹ دی ہے رات
 مشرق و مغرب و شمال و جنوب
 چار سو پھیلنے لگی ہے رات

دن کو واضح کرا دل نہیں لگتا
 دل لگا ہے کہ دل لگی ہے رات

چلتے چلتے رُک گئی نبضِ حیات
 بے کسی کی داستاں ہے کائنات
 ماہِ کامل کا تصور بھی نہیں
 چھا گئی دُنیا پہ گویا کالی رات
 سُرخرو ہے کس کا تُو پی کر لہو!
 دیکھنے کی ہے نہیں کہنے کی بات
 پس گئے دہقان و مزدورِ وطن
 اب بھی بچتے ہیں یہاں لاتِ منات
 لب پہ ہے فرعون کے نام خدا
 دین کا دامن ہے اب دُنیا کے ہات
 ہے جنوں کے ایک رُخ پھرنے کی دیر
 شاطرانِ ہوش کی بازی ہے مات

کون ہے واضح کہ اُجھے آپ سے
 دل ہر ہے آپ کی کائنات

مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
 ڈبویا مجھ کو تیرے درد ہی نے آسرا ہو کر
 کوئی خطرہ نہیں اب قافلے والوں کے لٹنے کا
 کوئی رہزن نہ آئے گا مگر ہاں رہنما ہو کر
 سفینہ بھی مرا، ساحل بھی میرے، موج بھی میری
 شکایت سن کے میری ناحسدا بولاجدا ہو کر
 نوشتہ ہے میری تقدیر کا یا آنکھ کا دھوکا!
 کہ اپنا یار ملتا ہے مگر اب دوسرا ہو کر
 خطا واروں پہ سنتے ہیں نگاہِ لطف رہتی ہے
 بلا کیا حضرت ابلیس کو یاں بے خطا ہو کر
 نظر سے دور ہو کر ہم قریب جان رہتے ہیں
 مرے دل نے پکارا ہے مجھے تیری صدا ہو کر

ہمیں تڑپا کے بھی ان کو تڑپنا آگیا واصف
 وفا کرتے ہیں وہ ہم سے بظاہر بے وفا ہو کر

مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب
 تو مجسم ہی میں بنا ہے اب
 تو ورانے گماں ہی اچھا ہے
 یہ بھی میرا گماں ہوا ہے اب
 عشق سے حُسن حُسن سے ہے عشق
 جس نے رب رب کیا ہوا ہے اب
 منظور دل ہوا ہے پھر کس کا!
 زیست کا نقش مٹ چکا ہے اب
 آج انوار ہی کی بارش ہے
 شامِ غم کا دیا بجھا ہے اب
 بخدا اب خدا کا نام نہ لوں
 جھوٹ سن سن کے تھکتا ہوں اب

تمہاری یاد میں ہر ذرہ دل، دل نظر آیا
 سکونِ دل کا ملنا اب بڑا مشکل نظر آیا
 طوافِ کوئے جاناں زیست کا حاصل نظر آیا
 بیٹے اس سنگِ در پہ سر، اسی قابل نظر آیا
 تلاطم خیز طوفانوں سے ٹکراتے رہے ہر دم
 ڈبو دی ہم نے خود کشتی جو نہی ساحل نظر آیا
 نگاہِ ناز کے جلوؤں کی رعنائی معاذ اللہ
 کوئی بسمل نظر آیا، کوئی گھائل نظر آیا
 جہانِ عشق میں اب زندگی پھلوٹ کر آئی
 کوئی منصورِ مستی میں سوئے مقفل نظر آیا

قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا
 رازِ مدت میں اکھلا ہے اب
 ذکرِ لیلیٰ بھی غیر لیلیٰ ہے
 چھوڑ غزلوں میں کیا رکھا ہے اب
 مست میں ہوں کہ تو سے مستی میں
 مجھ کو اتنا بھی ہوش کیا ہے اب
 رند نے آنکھ کھول کے رکھ دی
 شیخ بھی رقص کر رہا ہے اب
 وہ ہوئے مائلِ کرم خود ہی
 یونہی تو کیا سے کیا ہوا ہے اب
 دار کیا ہے بقا کا پہلا قدم
 میکدہ کیا ہے، کربلا ہے اب

آج واصف بڑا ہی نادم ہے
 یونہی دامن میں چھپ گیا ہے اب

میں کہاں حُسن آشنا ہوتا !
 توہی پردے میں چُھپ گیا ہوتا
 یہ نہ کہتے ہے داستاں اچھی
 حالِ دل آپ نے سنا ہوتا
 بند کلیوں کو توڑنے والے
 صبر کر لیتے گل کھلا ہوتا!
 موت روشن ہے زندگی تاریک
 کاش پروانہ کہہ گیا ہوتا!
 خاک اُنی بہار گلشن میں
 آپ ہوتے تو کچھ مزا ہوتا
 شکر ہے یہ کہ بے نیاز ہے تو
 شکر ہم سے کہاں ادا ہوتا

دل و اصِف کا کیا بہلنا تھا
 آپ ہوتے یا آپ سا ہونا

جبین شوق نے خود آستانِ حُسن کو ڈھونڈا
 کمالِ حُسن سے ہی عشق ہے کامل نظر آیا
 تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اُٹھ گیا پردہ
 ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حامل نظر آیا

نظامِ میکدہ و اصِف بدلنے کے قریب آیا
 اندھیری رات میں ہم کو مہِ کامل نظر آیا

بار بار آزما کے چھوڑ دیا
 اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
 چشمِ ساقی نے مست کر ڈالا
 شکرِ مے پلا کے چھوڑ دیا
 ہم یہ سمجھے کہ رُو برد وہ ہیں
 آئینہ یوں دکھا کے چھوڑ دیا
 نام اپنا لیا مگر بھکو !
 میرا قصہ سنا کے چھوڑ دیا
 ناخدا نے سفینہٴ اُمید
 عین طوفان میں لا کے چھوڑ دیا

یا علیؑ کہہ کے اس کو اپنایا
 اس نے واصف بنا کے چھوڑ دیا

تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں
 ہر طرف بس تو ہی تو ہے میں کہاں
 یہ حقیقت ہے یا اک وہم و خیال
 آئینہ ہی رو برو ہے میں کہاں
 دیدہ حیراں سنبھل گل نے کہا
 یہ جمالِ رنگ و بو ہے میں کہاں
 پیکرِ ہستی میں ہستی چھپ گئی
 مجھ کو میری جستجو ہے میں کہاں
 عشقِ اول ہے یا پہلے جس نے
 دلِ نظر کی گفتگو ہے میں کہاں
 اک جہاں ڈھونڈا کہ تھا یومِ وصال
 شامِ ہجران چار سو ہے میں کہاں

سو گیا واصف کہ گردشِ تمہم گئی !
 ہاتھ میں ان کے سبُو ہے میں کہاں

غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا!
مذاقِ شعر نے بس مار ڈالا!

مٹا دیتے زمانے بھر کے غم
غمِ جاناں نے ہر غم میں سنبھالا

پڑے ہم ان کے پاؤں پہ تو بولے
پڑا ہے آج کس آفت سے پالا

نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ ہستی
یہ سرمایہ ہے اپنا دیکھا بھالا

کمالِ سنگِ در کیسے جبیں کو
نگاہ کو جانتے زندہ جوالا

کسی کے راز کا دل راز داں ہے
کسی کے اذن کا ہے لب پہ تالا

کسی کی زلف ہے تاریکی شب
کسی کے رُخ سے ہوتا ہے اُجالا

دل کے اندر کبھی ورا دیکھا
پرتوِ حُسن جا بجا دیکھا

اب خدا آدمی نہ ہو جائے
ہم نے ہر آدمی خدا دیکھا
کس نے ملت کی توڑ دی تسبیح

داز داز جدا جدا دیکھا

خارزاروں کو سرخسرو پایا
گلِ خوش رنگ زیر پا دیکھا
واعظِ شہر بدگیاں نکلا

ہم نے زندوں کو با خدا دیکھا
آدمیت کی لاش پر ہم نے
رقصِ ابلیس بر ملا دیکھا

یہ بھی اعجازِ عشق ہے واصف
جا بجا اس کا نقش پا دیکھا!

کسی کی یاد ہے روئیدادِ ہستی
 کسی کا نام ہے عنوانِ بالا
 کسی کا ہاتھ ہی دستِ شفیع
 کسی کا دکھ بنا ہے دل کا چھالا

کوئی چاہے تو یہ دنیا ہے جنت
 کوئی رُوٹھے تو مَنہ دوزخ کا کالا

ایک وجہ قرار باقی ہے

آپ کا انتظار باقی ہے

اپنی ہستی پر اختیار نہیں

موت پر اختیار باقی ہے

دیکھنا اپنے بس کی بات نہیں

ہاں مگر ذکرِ یار باقی ہے

اپنے دامن میں کوئی تار نہیں

سانس کا ایک تار باقی ہے

تجھ سے جو دور ہے وہی فانی

جس کو ہو تجھ پیار باقی ہے

فنا سے ہے بقا و اصغ نے دیکھا
 یہ ہستی کیا ہے اک رنگین حبالا

کوئی دامن نہیں کہ پھیلا دوں
دامنِ داعیِ باقی ہے
دور ہی بے وفا تھا آپ نہ تھے
آپ کا اعتبار باقی ہے

کارواں کوچ کر گیا واصف
کارواں کا غبار باقی ہے !

مراد وجود کیا تھا تیرے پیار سے پہلے
خزاں رسیدہ چمن تھا بہار سے پہلے !
شبِ سیاہ میں تاروں کی روشنی کب تھی
چرخِ جلتے ہیں کب انتظار سے پہلے
کسی کے دم سے ہے ہستی میں اعتماد کا رنگ
میں خود گریز تھا اس اعتبار سے پہلے
طلب ہے جانِ طلب اس کو جاں نثار نہ جان
زمانہ مر گیا اس جاں نثار سے پہلے
وہ پہلی بار بلا جب مجھے خیال ہوا
میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے
وہ آدمی تھا کہ جھونکا تھا بادِ صرصر کا
اڑا کے لے گیا رنگتِ قرار سے پہلے

گذر نہ ہوش سے الفت میں جلد بازی نہ کر
 مذاکرات بھی کر اپنے یار سے پہلے
 تعینات میں رہ کر جنوں کی بات نہ کر!
 نکل حرد کے گریبان کے تار سے پہلے

بدلے ہوئے حالات سے ڈر جاتا ہوں اکثر
 شیرازہ ملت ہوں بکھر جاتا ہوں اکثر
 میں ایسا سفینہ ہوں کہ ساحل کی صدا پر!
 طوفان کے سینے میں اتر جاتا ہوں اکثر

ازل سے بارِ امانت ہمیں ملا واصف
 ہزار بار تھے اس ایک بار سے پہلے

میں موت کو پاتا ہوں کبھی زیرِ کھن پا
 ہستی کے گماں سے بھی گزر جاتا ہوں اکثر

مرنے کی گھڑی آئے تو میں زلیست کا طالب
 جینے کا تقاضا ہو تو مر جاتا ہوں اکثر

رہتا ہوں اکیلا میں بھری دنیا میں واصف
 لے نام ہر اکوئی تو ڈر جاتا ہوں اکثر

سیاس دہرنے جسے مفلوج کر دیا !
اس نوجوان، مردِ جبری، صفتِ شکن کی خیر

اک مختصر طلب ہے بری جہاں بُرانہ مان
کاغذ کا ہی سہی، ہومیو پتھی پرہن کی خیر

یہ آرزو کا خون ہے واصف بُرانہ مان
آتی نہیں نظر مجھے چرخِ کهن کی خیر

میرے وطن کی خیر بری انجمن کی خیر
گرگس کے اژدہام کی زانغ وزغن کی خیر
برقِ تجلیات کی رنگِ چسمن کی خیر
جلتے ہوئے نشیمن، سرد سمن کی خیر

کس بانچن سے دستِ قضا نے کیا شکست
اس جامِ آرزو کی، اسی بانچن کی خیر
صحرا کی دستوں میں صبا بھی سموم ہے
جس کا وطن اُجڑ گیا اس بے وطن کی خیر

دیکھا ہے ہم نے غم سے سیاہ پوش آفتاب
کیسے کہیں کہ صبح کی پہلی کرن کی خیر
اب کارواں کو ڈھونڈتی ہے گردِ کارواں
رہسبر بھی کہہ رہا ہے کہ ہور بہرن کی خیر

ماریوسیوں نے ساتھ دیا لامکان تک
امید سو گئی تھی تیری راہ گزار میں!

بیباکی اور چیز ہے گستاخی اور شے
لازم ہے احتیاط، سو ہے مے گسار میں

واجف جہان عشق میں سودا گری ہے جرم
کب جیت کو ختم ہے جو ہے لطف ہار میں

اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظار میں
بس میں بہا ہے نہ خزاں اختیار میں
جو بدگماں تھے وہ ابھی بدگماں ہیں
جن کو تھا اعتبار وہ ہیں اعتبار میں
گلشن میں اپنا کون تھا ساتھ نہ اشیاں
رکھ لی قفس نے آبرو فصل بہا میں
راہ طلب میں ہم سے کوئی بھول ہو گئی
اغیار آرہے ہیں نظر کوئے یار میں

چل دیئے سب مریض سُوئےِ عدم
رہ گئیں چارہ سازیاں تنہا

میں نہ ہوتا تو اُسینہ رہتا
اپنی ہستی میں بے نشاں تنہا

اور و اصف کو کچھ نہیں درکار
ہاں تیرا سنگِ اُستیاں تنہا

غم زمانے کے اور جاں تنہا
تُم وہاں اور میں یہاں تنہا

تیری دُنیا میں اک ہجوم سہی!
ہم غریبوں کا ہے جہاں تنہا

ایسے رہبر کو راہِ بَرمت جان
چھوڑ آئے جو کارواں تنہا

برق بھی ساتھ جل گئی ہوگی!
جل نہیں سکتا اَشیاں تنہا!

دعویٰ کیجے مگر دلیل کے ساتھ
ورنہ بے کار ہے بیاں تنہا

عقل کو محو گفتگو پایا
عشق دیکھا ہے بے زباں تنہا

قتیلِ ناز ہوئے ہم کہ شہباز ہوئے
 ہوئے تو خاک مگر ہم جہاں راز ہوئے
 نظامِ گلشن ہستی سنوارنے کے لئے
 سجومِ اشک بنے سجدہٴ نیاز ہوئے
 مثالِ برقِ تپاں خود جلے ہیں گلشن میں
 گلوں کا رنگ بنے بلبلوں کا ساز ہوئے
 دلیلِ قرب فقط ایک سجدہٴ واجب
 سجودِ شوق سے ہم آج سرفراز ہوئے
 ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
 حیرمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے
 اسیرِ زلف ہو اشانہٴ حیرمِ خیال
 کہ زندِ مست بنے میکدے کا راز ہوئے

جمالِ ساتی دورانِ کہاں کہاں واصف
 زہے نصیب کہ ہم نقشِ پائے ناز ہوئے!

جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے
 ستارے بن کے آنسو جگمگائے
 تمہاری بے رُخی کو حناک پروا
 تیری محفل میں کوئی خاک آئے
 وہ مُنہ کو پھیر کر کہتے ہیں مجھ سے
 تمہارا حال اب دیکھنا نہ جائے
 تیری یادوں کے رنگیں پھول ہم نے
 خمِ گیسوئے دوراں میں سبائے
 محبت ہو تو مسجودِ ملائک
 نہیں تو ہم سے بہت چارپائے
 گریباں کیا ہے کیا اس کی حقیقت
 ہری وحشت سے صحرانوف کھائے

انہیں سے پوچھنے واصف چلا،
 اجازت ہو تو آؤں بنِ بلائے

آپ آئے تو موت بھی آئی
 آج دیکھیں گے ہم سیجانی
 جھومتا ہے نظامِ قلب و نظر
 حُسن نے لی ہے آج انگریزی
 کاسہ چشم تھا تہی کب سے
 آپ آئے تو آنکھ بھر آئی
 تیرے ذوقِ نظر کا کیا کہنا
 میں تماشا ہوں تو تماشا شانی
 کاکلِ زندگی کے پیچِ جسم
 لے اڑے تیرے غم سے سعنائی

میں نے ہر اشک میں تجھے دیکھا
 کون کتا ہے تجھ کو ہر جانی
 منتظر ہے عزیزِ خانہٴ عشق
 اس طرف بھی ہو جلوہ آرائی

پُربشِ غم کو آگئے واصف
 آج اپنی بھی بات بن آئی

بے نیاز کھنر و ایماں ہو گیا
 بسندہ پرورد دل پریشاں ہو گیا
 دامن گل چاک ، لالہ داغدار
 کیا سے کیا رنگ گلستاں ہو گیا
 نیم شب آہ و فغاں کے سامنے
 مرحلہ آیا جو آساں ہو گیا
 ظلمتِ سود و زیاں میں دن گیا
 رات آئی تو چسراغاں ہو گیا

تیرے در سے آشنا ہونے کے بعد
 بے نوا و اصفت غنر لخواں ہو گیا

بہت بہکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
 ترے رخصار و گیسو کی تری آغوش کی باتیں
 جو خاموشی سے سجدے کر رہا تھا تیرے سائے کو
 زمانہ کر رہا ہے اب اسی خاموش کی باتیں
 نہ اب سے تشنگی باقی نہ اب احساسِ محرومی
 نہ اب فردا کی باتیں ہیں نہ اب ہیں دوش کی باتیں
 ہمیں اب تو خبر اپنی نہیں پر ہوش ہے اتنا!
 سر رہے سنی تھیں ہم نے اک مدہوش کی باتیں

جوانی ہی نہیں باقی تو واصفت ذکر کیا کرنا
 کہاں تک کیجئے گا آپ اس رُوپوش کی باتیں

عمر ساری سفر میں بیت گئی
 فاصلہ طے نہ ہو سکا دو گام
 میں تیرا آئینہ ہوں، دیکھ مجھے
 میسر پہلو میں ہے بڑا ہنگام

اپنی منزل کوئی نہیں واصف
 ہم ازل تا ابد رہے بے نام



آسماں بھی جنوں کے زیرِ دام
 سوچتی رہ گئی خود انجہام!
 اس مسافر کو کیا کہے کوئی
 جس کو صحرا میں آگئی ہو شام
 کہ رہا ہے مرا نصیب ابھی
 تیری زلفوں کے سائے میں ام
 تیرے غم سے نہ مل سکی فرصت
 ورنہ دنیا میں اور بھی تھے کام
 آدمی ساقی آدمی مستی!
 آدمی مے ہے آدمی جام!

بے قراری میں کھو گئی منزل
 اور رہبر رہا شرار میں گم
 کل ہوا میکدے میں گم نے کش
 آج میخانہ کے گسار میں گم

آج وہ لوگ ہیں کہاں واصف
 جو ہوئے تیری رہ گزار میں گم!



تو ہوا کس کے انتظار میں گم
 ایک دُنیا ہے تیرے پیار میں گم
 منزلیں راہ پر شرباں ہیں!
 کارواں کیوں ہوا غبار میں گم
 کس صفائی سے کر دیا کس نے
 آسٹیاں ہی بھری بہسار میں گم
 دے گئے ہمس کو کاروبارِ ذوق
 خود ہوئے ذوقِ کاروبار میں گم!
 جو زمانے کے راہبر تھے انہیں
 کر دیا تو نے اعتبار میں گم
 اپنی چھوڑو، کہو زمانے کی
 بات یوں کر دی اختصار میں گم

یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
زندہ ہوں یہ احسان تیرا کون سا کم ہے
شکوہ تو نہیں ہستی اگر وقف الم ہے
غموار نے منہ پھیر لیا مجھ سے تم ہے
خود دار ہوں خود سر ہوں میں خود مست ہوں لیکن
تو سامنے آجاتے تو سر آج بھی خم ہے
سب تیری فسوں کا نظر کے ہیں کہ شمع
دارا ہے سکندر ہے نہ جمشید نہ جم ہے
تقدیر بدل جاتے تو حاصل بھی ہے تقدیر
آغاز کی پیشانی پہ انخام رستم ہے
ایسی ہی اداؤں پہ تو مرجاتے ہیں ہم لوگ
زندہ ہوں کہ قاتل کو مری موت کا غم ہے

مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ
یہ گستاخی یہ جبرأت، توبہ توبہ
اٹھا رکھا ہے سر پر اسماء کو
مگر بارِ امانت، توبہ توبہ
چلا ہے شیخ مینانے کی جانب
مجھے کر کے نصیحت، توبہ توبہ
سلگتا ہے ابھی تک ذرہ ذرہ
ترے عاشق کی تربت، توبہ توبہ
سر بازارِ رسوائی کے ڈر سے
ہوئے عشاقِ رخصت، توبہ توبہ
بڑی مدت کے بعد آنا ہوا ہے
مگر جانے میں عجلت، توبہ توبہ
نہ پوچھو کس لئے روتا ہے واصف
”گناہوں پر ندامت“، توبہ توبہ!

یادوں کی گزر گاہوں میں اُرتے ہیں بگولے
 سجدوں کا نشان ہے نہ کوئی نقشِ قدم ہے
 اندازِ قلندر کے نہ بے باک ہوں کیونکر
 ہستی کا وجود اس کی نگاہوں میں علم ہے

خالی تھی بڑی دیر سے یہ لوحِ زمانہ !
 اب آہِ سحر گاہی کے ہاتھوں میں قلم ہے

سجدہ ہو تو میخانے کے دروازے پہ دل سے
 سانی کی نظر ہو تو یہی بابِ حرم ہے



تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
 قدمِ قدم پہ ہزاروں فریب کھائے ہیں !
 یہ اور بات کہ تیجھ کو خبر نہیں میری
 چراغِ کس نے تیری راہ میں جلائے ہیں
 ورائے دیر و حرم ڈھونڈنا پڑے گا انہیں
 نکل گھروندوں سے جو راستے میں آئے ہیں
 تمہاری زلف بکھرتی تھی جن کے شانوں پہ
 تمہاری بزم میں وہ لوگ اب پرائے ہیں

خوشی سے آج تارے بکھیر دے واصف
 وہ آج بامِ فلک سے اتر کے آئے ہیں

بزمِ امکاں میں رہوں کون و مکاں تک دیکھوں
 ایک آتا ہے نظرِ چہرہ جہاں تک دیکھوں
 ہو گئیں عظمتِ انسان کی راہیں تاریک
 ایک انسان کی میں راہ کہاں تک دیکھوں
 حسرت دیدِ صنم حاصلِ عرفانِ صنم
 دیکھنا چاہوں تو اک اُجڑے مکاں تک دیکھوں
 میرے افسانے سے ہے تیرا فسانہ تمام
 چاہِ زنداں سے تیرے حسنِ بیاں تک دیکھوں
 مسکراہٹ تیرے ہونٹوں پہ مرے قتل کے بعد
 حسنِ معصوم تجھے حدِ گماں تک دیکھوں!
 چشمِ آہو میں نہاں موجبہٴ قلمِ پاؤں!
 حلقہٴ زلفِ سیاہ کوہِ گراں تک دیکھوں

دیکھ لوں حسنِ ازل تاب کہاں سے واصف
 حسنِ انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
 ہو ملاقات میں کچھ بات ضروری تو نہیں
 جام چھلکاتی ہو برسات ضروری تو نہیں
 مے کشی رندِ خرابات ضروری تو نہیں
 یوں تو ہر رات کی قسمت میں سے سحر لیکن
 ہاں مگر ہجر کی اک رات ضروری تو نہیں
 ہے کوئی پردہِ تخیل کے پیچھے پنہاں
 حسنِ پابندِ حجابات ضروری تو نہیں

چشمِ ساقی کا تطفہ ہے مشیتِ واصف
 سب پہ یکساں ہوں عنایاتِ ضروری تو نہیں

نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں !
 وہی "کن" ہوں جو فرمایا گیا ہوں
 میں ایسا گیت ہوں کہ ہر زبان سے
 ہر اک انداز میں گایا گیا ہوں
 حقیقت کھل چکی اس بات کی اب
 کہ تڑپا ہوں یا تڑپا گیا ہوں
 میری اپنی نہیں ہے کوئی صورت
 ہر اک صورت میں دکھلایا گیا ہوں
 بہت بدلے میرے انداز لیکن
 جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں
 وجودِ غمیر ہو کیسے گوارا !
 تری راہوں میں بے سایہ گیا ہوں

ان کے رخ پہ نگاہ کرتا ہوں
 اپنی ہستی تباہ کرتا ہوں !
 اب ندامت پہ ہی ندامت ہے
 ایک تازہ گناہ کرتا ہوں
 گاہ قطرے میں دیکھتا ہوں بحر
 کوہ کو گاہ گاہ کرتا ہوں
 کیا گراں بار ہو گئی ہستی
 موت سے ہی بناہ کرتا ہوں

ویسا چہرہ کوئی نہیں واصف
 اپنے دل میں نگاہ کرتا ہوں !

شبِ غم، سوزِ ہستی اور تری یاد
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

یہاں جلوے ہوتے حائلِ دید
خدا جانے کہاں لایا گیا ہوں

بلا عنوانِ فسانے ہو رہے ہیں!
بڑے دلکش ترانے ہو رہے ہیں!

نہ اب وہ ہیں نہ ان کی یاد باقی!
انہیں دیکھے زمانے ہو رہے ہیں

چراغوں کو گتے جو میری راتیں
انہیں کے دن سہانے ہو رہے ہیں

ہم آجاتے مگر ہم کیسے آتے
بہانے یہ پُرانے ہو رہے ہیں

نظامِ الدین کی بستی اب رہی ہے
کہ خسرو کے فسانے ہو رہے ہیں

ذرا ان کی سنو باتیں کہ واصف
ٹھکانوں پر نشانے ہو رہے ہیں!

انہوں نے جب کہا واصف کہاں ہے
نجلِ ہستم کہ بے مایہ گیا ہوں



ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
 بچا کے گزرے ہیں دامن وہ اجنبی کی طرح!
 اب اعتبار کی حد سے نکل گئی سے لگن
 وہ دل لگاتے ہیں ہر اک سے دل لگی کی طرح
 وہ چاہتے ہیں انہیں ہم حُدا بنا ڈالیں
 سلوک کرتے ہیں جو ہم سے آدمی کی طرح
 نیا زمانہ، نئی روشنی، نئے انساں
 جہاں سے اٹھ گئی ہر رسم عاشقی کی طرح
 ہمیں ملی ہے کسی کے لہو سے آزادی
 ہمارا خون بھی شامل ہو اب کسی کی طرح
 نہیں ہے غم بھی برا آپ ہی کے غم جیسا
 مری خوشی بھی نہیں آپ کی خوشی کی طرح

وہ بات جس کے لئے عمر زدہ تھے ہم واصف
 وہ بات بھول گئی ہے ہمیں ہنسی کی طرح

اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
 ساقیا یہ شراب کے دن ہیں
 زلف لہرائی کہ گھٹا چھائی
 شوق کے احتساب کے دن ہیں
 پھر جبین سائی کر رہا ہے عشق
 حُسن کے اضطراب کے دن ہیں
 ان خرابوں میں جو شراب ہوا
 اسی خانہ خراب کے دن ہیں
 یہ ہے میخانہ و صنم خانہ
 راہ کے انتخاب کے دن ہیں!
 سوتے میخانہ آرہا ہے کوئی!
 میکشو پیچ و تاب کے دن ہیں

رات جس بزم میں کٹی واصف
 اسی محفل کے خواب کے دن ہیں

جہاں راز ہوں آہِ سحر ہوں
شبِ تاریک ہوں روشنِ قمر ہوں

مرا ہونا نہ ہونا ہے برابر !
حیاتِ جاوداں سے بے خبر ہوں
کسی مینخانے کا ہوں ناز گویا !
قیامت ہوں کہ ساقی کی نظر ہوں

رواں ہوں رہنوردِ شوقِ منزل
میں دریا ہوں کہ ہستی کا سفر ہوں
کبھی مینا کبھی مست مے ناب !
کبھی گردشِ کبھی چوکھٹ پہ سر ہوں

میں ہوں بانگِ درائے صدا ناالحق
ہزاروں دار ہیں میں ایک سر ہوں

نہ میں واصفِ عزالی ہوں نہ رومی !
میں ناداں ہوں کہ دانا تے دگر ہوں

تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
بہت جاگا تھا میں اب سو گیا ہوں
مٹایا جس نے نقشِ وہمِ ہستی
اسی پیکر کا سایہ ہو گیا ہوں

مرا ثانی نہیں ہے کوئی شاید
زمین سے آسماں تک تو گیا ہوں !
مجھی سے پوچھتے تھے وہ کہاں ہے
بدل کر بھیس میں واں جو گیا ہوں

انہیں کے فیض سے لب کھل گئے ہیں
دگر نہ میں وہاں کم گو گیا ہوں

نہ وہ آئے نہ وہ آئیں گے واصف !
مجھے جانے میں کیا ضد لو گیا ہوں !

تمہاری انجمن گرما گیا ہوں
نہ آتا میں مگر اب آ گیا ہوں

پلائے ہیں مجھے ساتی نے وہ جام
نظام میسکہ پر چھا گیا ہوں

ذوقِ منزلِ تڑپ لگن ہے کہاں
سہل ہے راستہ کٹھن ہے کہاں

شاہراہوں پہ گھورنے والو
شاہبازی کا یہ چلن ہے کہاں

پھول تولے گئے تراژو میں
حسن میں بانچن پھن ہے کہاں

چشمِ بینا ہے رُوح کی منزل!
دیدِ حق شاملِ بدن ہے کہاں

جنونِ باخبر کا راز بن کر!
خرد کی گتھیاں سلجھا گیا ہوں

الا یا ایتھالاتی نظر کن
پلافتلزم کہ صحرا آ گیا ہوں

سکونِ دل کی داصف کو طلب کیا
تڑپ کر دہر کو تڑپا گیا ہوں



بے نام داستان ہے، ارمانِ زندگی !
گرتا ہوا مکان ہے احسانِ زندگی !

دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
تاروں کا اک جہاں ہے دامانِ زندگی

کیا جانیں کس خیال میں ہم آگئے کہاں
تکفیر کا گماں ہے ایمانِ زندگی !

ردِ رو کے آج کاٹ رہے ہیں شبِ تراق
گردانِ الامان ہے سامانِ زندگی

واصف نے مر کے سیکھی ہے تسلیم کی ادا
منصور کی زبان ہے، تاوانِ زندگی !

کارواں کوچ ہو رہا ہے اب !
بے خبر تو ابھی مگن ہے کہاں
بس رہی ہے فضا میں بوئے علیؑ
عنبر و نازِ خُستن ہے کہاں

راہ برہی نہ ہو کہیں واصف !
لوٹنے والا رہزن ہے کہاں



ٹوٹ جاتی ہے کلی کھلتی نہیں
 دامن گل ہو نہیں سکتا رُو
 آنکھ سا بجا آنکھ ہی مسجود ہے
 خونِ دل سے آنکھ کرتی ہے وضو
 کم لگا ہی ہے حرم سے بدگماں
 چشمِ بینا ہو تو کعبہ چار سو

بن کے افسانہ ترا جان بہار
 پھر رہا ہے آج واصف کو بہ کو



آرزو اتنی ہے جانِ آرزو !
 جستجو و جستجو و جستجو
 ضبطِ غم سے تھی ہماری آبرو
 اشکِ رُک جائے ٹپکتا ہے لہو
 ہم کو ذوقِ دید لے آیا کہاں
 آئینہ ہم، ہم نظر ہم رُو برد
 خاموشی ہے گوشِ بر آواز کیوں
 بامِ در میں ہو رہی ہے گفتگو
 منبرِ تلقین پر رندِ خراب
 چڑھ گیا ہے ہاتھ میں لے کر سبُو
 بند ہو جائے تو کھل جاتی ہے آنکھ
 دُور سے آتی ہے پیراہن کی بُو

ہوش و خرد کی راہ میں
مست بنا گئے بھی وہ

دے کے سرِ نغمِ زندگی
کر کے فنا گئے بھی وہ

لوری سنا کے پیار کی
مجھ کو سلا گئے بھی وہ

بن کے وفا کی داستاں
دے کے دغا گئے بھی وہ

شامِ فراق میں مگر
دیپ جلا گئے بھی وہ

واصف کو راز کی خبر
دے کے چھپا گئے بھی وہ

کیا سناؤں میں دل کا افسانہ !
گاہے آباد و گاہے ویرانہ !

جل رہا ہے مثالِ شمع یہ !
یوں تڑپتا ہے جیسے پروانہ

ٹوٹ کر رہ گئی ہے اک تسبیح
اور بکھرا پڑا ہے ہر دانہ

آپ کا نام لیتے ڈرتا ہوں
اور ہر نام سے ہوں بیگانہ

مرے ندیم مرے ہم سفر مرے محسن !
 ترے فراق نے بخشا ہے ذوقِ دار و دین
 تمہاری یاد میں پھولوں کے ہار مجھائے
 اڑا لیا ہے خزاؤں نے آج رنگِ چمن
 تمہارے بخشے ہوئے آنسوؤں کا کیا کہنا
 سیاہ رات ستاروں سے ہو گئی روشن
 ترا جہاں فقط رنگِ بوبو کا ہے منظر
 برے جہاں میں کچھ بھی نہیں سوائے لگن
 میں بے نیاز جہاں ہوں کہ بے نیاز وجود
 مری زمیں ہے مرے آسماں زمان و زمن
 تمہاری دنیا میں ہر دم موت کا خطرہ !
 فنا سے دور بقائے دوام میرا وطن

چراغِ جلتے ہیں یا دل کے داغِ ہی واصف
 حسین یادوں نے دل کو کیا حسین مدفن

گلِ صد چاک و قطرۂ شبِ بنم
 پیش ہے یہ حقیر نذرانہ
 چشمِ ساقی کی مستیوں کی قسم
 ایک دل صد ہزار پیانہ
 آپ کہتے ہی کوئی بات نہیں
 یونہی واصف ہوا ہے دیوانہ



میں کہاں اور کونے یار کہاں !
 وہ بُلا لیں یہ اختیار کہاں !
 آہی نکلے جو میکدے میں ہم
 رہ گیا پاس ننگ و عار کہاں
 وہ ہوئے مائل بہ کرم خود ہی !
 ہم نے ان سے کیا ہے پیار کہاں
 چشمِ زرگس بنا ہوا ہے دل !
 ڈھونڈنے جائیں تجھ کو یار کہاں
 ابھی جاؤ کہ زلیت ختم ہوئی
 رہ گئی تابِ انتظار کہاں
 میں ہوں منصورِ وقت ڈر کس کا
 ڈھونڈتا ہوں چھپا ہے دار کس کا

طے ہیں ان سے ہم نامحرمانہ
 کہ محرم ہو گیا سارا زمانہ
 تیری رحمت نہ دیتی گر سہارا
 کہاں کٹتا طریقِ کافرانہ
 نقابِ رُخ بنی اٹھی زاب تک
 نظر ڈالی تھی ہم نے طائرانہ
 تری معصوم نظروں کو خیر کیا
 تڑپ کر خود ہوا ہے دل نشانہ

بڑی مدت میں پایا راز و اصف
 جبینِ شوق ہی ہے آستانہ !



آج ان کا پیام آیا ہے
 خیر سے میرے نام آیا ہے
 دلِ ناکام کام کا نکلا !
 بعد مرنے کے کام آیا ہے
 بولا صیاد جب مجھے دیکھا
 تو کہاں زیرِ دام آیا ہے
 ہم سفر جیسے ہو گئی منزل
 ایک یہ بھی مقام آیا ہے
 موت کا ہے یہ آپ کا ہوگا
 بے خودی میں سلام آیا ہے
 آہی جائے گا عید کا دن
 یونہی ماہِ صیام آیا ہے

مر گئے انتظار میں واصف
 تب کہیں لب پہ جام آیا ہے

تم گئی گردشِ زمان و مکاں
 میکدے میں ابھی بہار کہاں
 جب سے یہ کاروبارِ ذوقِ بلا
 رہ گیا ذوقِ کاروبار کہاں
 کھا رہے ہیں نظامِ نو کی قسم
 بولنے لگ گئے مزار کہاں

آج واصف نے پھر غزل کہہ دی
 اب نہ کہتے کہ بار بار کہاں !



آج اشکوں نے ابرو رکھ لی
 یوں تو عشاق تھے بہت سارے
 دل کے ٹکڑوں میں دل سلامت ہے،
 جیسے قرآن کے ہو گئے پارے

آج واصف علی غزلی خواں ہیں
 کل تک تھے خموش بیچارے

چاند کے انتظار میں تارے
 ڈوبتے جا رہے ہیں بیچارے
 پوچھتے کیا ہو وجہ بربادی
 آشیاں میں پڑے تھے انگارے
 ہم کہاں ظلم آشنا ہوتے
 ہم لگا ہ کریم کے تھے مارے
 ہو گئی دید موت سے پہلے
 آج ارماں نکل گئے سارے
 خود تو ڈوبے صنم بھی لے ڈوبے
 شہر میں آئے تھے بنجارے
 ہے وہی کشتہ زندہ جاوید
 نئے تسلیم جن کو تو مارے

ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا
 ہم نے پایا ہے کیا خبر کے سوا
 کارواں سے متاعِ ذوقِ سفر
 کس نے لوٹی ہے راہِ سبر کے سوا
 ان کج جلوے ملیں گے شرق و غرب
 ان سے ملے ہمارے گھر کے سوا
 دادِ زخمِ جگر ملی ہے مجھے
 ایک دُنیا سے چارہ گر کے سوا
 کچھ نہیں ہے فقط فریبِ نظر
 کہکشاں تیری رہگذر کے سوا
 شبِ فرقت کٹی ہے مرمر کے
 موت کیا چیز ہے سحر کے سوا

اس جہانِ خراب میں واصف!
 شور کے بند کیا ہے شر کے سوا!

پیارے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
 ڈرتے ڈرتے بھی پیار کرتا ہے
 آدمی آدمی کا تیل ہے!
 آدمی آدمی پہ مرتا ہے
 زندگی ہے مگر تھامے بعد
 موت کا سا سماں گزرتا ہے
 غم ہستی رہا شریکِ حیات!
 غم سے ہی آدمی نکھرتا ہے
 زخمِ الفت حریص کا دل ہے
 کیا بھرے گا کہ روز بھرتا ہے
 کیا قیامت ہے بحرِ غم میں دل
 ڈوبتا ہے کبھی اُبھرتا ہے

تیری راہوں میں کھو گیا واصف
 ذکر تیرا جہاں سے کرتا ہے!

ساتی کی نظر سے اپنی نظر مل جاتی گزہم جھکتے ہوتے پاؤں پر گزے یوں محو ہوتے
مستی جو ملی ہم مست ہوتے کچھ بھول گئے کتے کتے میخانے کے درہم آنکے

سب چاک کھلے سلتے سلتے ہم خود سے ملے ان سے ملتے ہم اکھ ہوئے جلتے جلتے
یہ کھیل انوکھا ہم کھیلے، موتوا قبل ہم کیا کتے میخانے کے درہم آنکے

تھا رقص انا الحق داروفا، پیما نہ بھرا و اصف نے پایا بہرست عیاں و جلالہ ہوا
فی انفسکم، ہو معکم خود ان ملا، کیوں چپ رہتے، میخانے کے درہم آنکے!

دہر بر شلے، رستے لمبے، رہزن تھے بڑے، پچتے پچتے میخانے کے درہم آنکے
ہم دن کو چلے راتوں کو چلے، چلتے ہی رہے، روتے روتے میخانے کے درہم آنکے
ساتھی بھی ملے جو چھوڑ گئے، دل بوج ملے دل توڑ گئے، ہم ٹوٹا دل لے کر ہنستے رہے
چلتے ہی رہے جانے کیسے بے جان ہوتے مرتے جیتے میخانے کے درہم آنکے
مجھوں سے ملے، صحرادیکھے، کانٹے بھی چبھے، چھلے بھی پڑے، وحشت تھی مگر ساتی کی نظر
بیا درہے، ناشاد رہے، جو کچھ بھی ہوتے ہم ان کے تھے، میخانے کے درہم آنکے
سبحان اللہ ما احسک، ما اکلک، ما اجلک، ہم نے بھی سنا ہم نے بھی کہا
ساتی کی ثنا میں ہر ذرہ پیما نہ تھا، ہم پی پی کے چلے میخانے کے درہم آنکے

نگاہیں کھل گئیں لبِ سل گئے ہیں
 سرِ راہ وہ اچانک بل گئے ہیں
 جمالِ رنگِ دبو سے بچ بچا کر
 کلی مسکائی ہے گل کھل گئے ہیں
 مرے دل پہ نظر تھی اک جہاں کی
 ترے غم میں بڑے غم بل گئے ہیں
 دل و جاں لے چلو تم پاس ان کے
 ہزاروں لوگ لے کر دل گئے ہیں!

جنہیں خود ڈھونڈتی پھرتی سے منزل
 وہی داصف سوئے منزل گئے ہیں

ہم طرزِ فغاں اور ہی ایجاد کریں گے
 ہم بھول کے تجھ کو نہ کبھی یاد کریں گے
 ہم چاک گریبانوں کو آداب سے کیا کام
 ہم تجھ سے تراشکوہ بے داد کریں گے
 دم گھٹتا ہے سینے میں نئے دوسے اپنا
 ہم پیرویِ مسکب اجداد کریں گے
 انصاف کی جب تجھ سے توقع ہی نہیں
 سہیلیں گے ہستم ہم کہاں فریاد کریں گے
 اڑ جائے گی جب خاکِ نشین تو بلا سے
 وہ کینجِ قفس سے مجھے آزاد کریں گے

معلوم نہیں جن کو مرا حال ہی داصف
 وہ شاد کریں گے بھی تو ناشاد کریں گے

رازِ اُلفت عیاں نہ ہو جائے
 خامشی اب زباں نہ ہو جائے
 مسکراہٹ کے گل پہ شبنم اشک
 یوں ترا غم بیاں نہ ہو جائے
 ان کے آنے میں شک نہیں لیکن
 اپنی ہستی گماں نہ ہو جائے
 ہر قدم پر بچھا دیئے تارے
 تیری راہ کھکشاں نہ ہو جائے
 دل میں حسرت بھی اب نہیں ملتی
 یہ مکاں لامکاں نہ ہو جائے
 اس کی آنکھوں کا ایک اک قطرہ
 قلم بے کراں نہ ہو جائے

میری لوحِ جبین ہی واصف !
 حسن کا آستیاں نہ ہو جائے

زندگی آپ کی امانت ہے
 لے لیں واپس بڑی عنایت سے
 دن تو دنیا میں کٹ گیا لیکن
 رات کیسے کٹے قیامت سے
 جس جب اس قدر مسلط ہو
 سانس لینا بڑی عنایت ہے
 میں نے ماحول میں وفا بانٹی
 مجھ سے ماحول کو شکایت ہے
 کوئی دیکھے مری نظر سے اگر
 آئینے میں تمھاری صورت ہے
 بھولنا اس کو میرے بس میں نہیں
 یاد رکھنا جسے مصیبت ہے

اپنا اپنا نصیب ہے واصف
 غم ہمارے، تیری مسرت ہے

بے حسی کی تیرگی میں اک تم اشائی نہ تھا
 ایسے عالم میں بھی زیور مانگ کر پہننے گئے
 اپنی ہی آواز سے ڈرنے لگے سب آدمی !
 بڑھتے ساتے دیکھ کر سب آدمی گھٹتے گئے

کارنامے ہی فقط ارہ جائیں گے تاریخ میں
 ورنہ اس دُنیا میں واصف آدمی آئے گئے

موسم گل کیا گیا، سب آتشیں جذبے گئے
 ہاتھ سے جگنو اڑے، افلاک سے تارے گئے
 بیڑیاں پائے یقیں میں کس طرح ڈالی گئیں
 شہبازِ فکر کے پر کس طرح کاٹے گئے
 پتھروں کے شہر میں جشنِ چراغاں ہو گیا
 شدتِ جذبات میں سینے کئی توڑے گئے
 جن کے دم سے زندگی بھی رقص کرتی تھی کبھی
 دشتِ تنہائی میں وہ انسان بھی دیکھے گئے
 علم ان کا بن گیا ان کی جہالت کی دلیل
 جب بھی ہاتھی دیکھنے کے واسطے اندھے گئے

راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
 سر پہ لٹکی ہوئی اندیشوں کی دیوار بھی ہے
 تو شناسائے حقیقت ہے یہ تسلیم مجھے
 ہاں مگر پاس ترے جراتِ اظہار بھی ہے؟
 جو بھی آتا ہے نظر بھائی نظر آتا ہے
 کوئی اس شہر میں یوسف کا خریدار بھی ہے
 چار تینکوں کے لئے برق کو زحمت کیوں ہے؟
 آئیاں جس پہ ہے وہ شاخ ثمر دار بھی ہے
 بہر رہا ہے میرے رستے میں لٹو کا دریا!
 سامنے آنکھوں کے اک شعلے کی دیوار بھی ہے
 ایک گرداب سے مرمر کے سفینہ نکلا
 سر پہ طوفان بھی ہے سامنے منجد ہار بھی ہے

کس سے پوچھوں گا میں اسبابِ تباہیِ امیت
 ”خانقاہوں میں کوئی صاحبِ اسرار بھی ہے“

دُشمن ہے میری جان کا ہر آدمی جہاں
 اس شہر کو میں آج بھی کہتا ہوں جانِ جاں
 صحرا سے اٹھ رہے ہیں بگولے نئے نئے!
 منزل کا ہے نشان، نہ رہے نہ کارواں
 کیا روسیاءِ رقیب کو بختِ رسا ملا
 اس کا بھی نام نامی رہا زیبِ داستاں
 ساحل سے دیکھتا ہے مجھے میٹرا ناخدا
 کشتی شکستہ حال ہے طوفاں کے درمیاں
 گل کر دیئے تھنسانے تمناؤں کے چراغ
 لو دے رہا ہے دوز تک پھیلا ہوا دھواں
 پیسے بستم بھی آپ کا بالائے ہر بستم!
 ”مارا یہ غمزنہ کشتی بدنام آسماں“

اب خاک چھانتے بھی تو واصف نہ مل سکے
 مدت سے ہو چکا ہے وہ سوئے عمِ رواں

بزمِ رنداں میں نیا راز کھلا آج کی رات
 حُسنِ خود شوخیِ رندانہ ہوا آج کی رات
 رقصِ بسمل نے کسی دل میں اٹھائے طوفان
 شمعِ افسردہ کہ پروانہ جلا آج کی رات
 جھوٹا دل مینانہ کہ ساقیِ رقصاں
 خوب پیمانے پہ پیمانہ چلا آج کی رات
 سینہ طور سے خوابیدہ فسانے پھوٹے
 قومِ موسیٰ کو نہ عنوان ملا آج کی رات

آج واصفت نے سرِ بزمِ تماشہ دیکھا
 دل صد چاک کا ہر چاک سلا آج کی رات

خم ہوا سر اگر تلم نہ ہوا
 کب جنوں کشتہ بستم نہ ہوا
 کون ہے جس کو تیرا غم نہ ہوا
 ہم پہ تنہا ترا کرم نہ ہوا
 اک غزل تھی جو گلنا نہ سکے
 اک فسانہ تھا جو رستم نہ ہوا
 وصل کا تذکرہ فراق کا غم
 آپ کا ذکر تھا کہ کم نہ ہوا
 جو جہاں کی نظر سے چھپکے ملے
 اک قیامت ہوئی مسنم نہ ہوا
 اک قدم دار، اک قدم پہ رسن
 دو قدم عزمِ ہمت دم نہ ہوا

دم نکلتا نہ کس طرح واصفت
 دم ہوا گیسوؤں کا خم نہ ہوا

بلبل نے کیوں گایا گانا
 پھول گریباں چاک پُرانا
 میرا غیر نہیں ہے کوئی
 میں سب کا جانا پہچانا
 میرا حصہ اڑھائی فیصد
 تم نے انکم ٹیکس بچانا
 میں قادر جبار قہار
 کب تک ہے رحمان کھلانا
 رشوت سود شراب حرام
 میرا ان سے بیر پُرانا

غم ہاتے زمانہ سے کتنا نہ ہوا
 کل تک جو ہمارا تھا ہمارا نہ ہوا
 ہستی میں اگر رنگ ہے تو اپنے لہو کا
 وہ دل بھی کوئی دل ہے جو پارا نہ ہوا
 دُنیا کو سیمانے مسیحائی دکھائی!
 اک اپنے ہی بیمار کا چارہ نہ ہوا
 دور ہے پر آکر میں یہی سوچ رہا ہوں
 کیا ہوگا اگر مر کے گزارا نہ ہوا
 دُنیا کے لئے عام صلائے طلبی ہے
 اک جُرم ہمارا ہی گوارا نہ ہوا
 ہر آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو نہیں آنسو
 مٹی میں جو مل جائے ستارہ نہ ہوا
 کب ذکر جفاؤں کا تیری ہم نے کیا ہے
 واضح بن تجھے رُسا کرے یارا نہ ہوا!

کیسے کون کرے متوالا !
بات انوکھی رازِ نرالا !

دل ہی دل کی بات نہ جانے
تڑپے پھڑکے بھولا بھالا

عقل ہوتی حیرت میں گم
عشق نے کاروبار سنبھالا

ہستی زلف ہے موت کا شانہ
رہبر اپنا گیسوؤں والا

علم کی کھیتی خشک ہوتی تھی
جھوم کے اٹھا بادل کالا

واصف کو معلوم نہیں ہے
کس چتون کا ہے متوالا

میں ہوں سب سے ارفع اعلیٰ
تو نے مٹی میں مسل جانا

تیرا مرجانا ہے لازم
میں نے اک باقی رہ جانا

کون ہوں میں معلوم ہوا
واصف میرا ہے دیوانہ



غمِ جانان کے ماسوا کیا ہے !
 دلِ صد چاک میں بھلا کیا ہے
 مرگِ ہستی ہے حاصلِ ہستی
 اور اس مرض کی دوا کیا ہے
 برقِ جلوہ نگن نشیمن میں !
 تو مگر خوش ہے ماجرا کیا ہے
 دارِ ہستی کو سرفراز کرو
 رقصِ بسمل میں اب رکھا کیا ہے
 پھر وہی آرزوئے رسوائی
 "دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے"

ایک داصف نہ ہو تو غم کیسا
 حسنِ صدرِ رنگِ یہ ادا کیا ہے

گھر میں قیامت آئی ہے، ہر سمت ہوا محشر برپا
 ٹوٹی ہوئی کشتی نے شاید نزدیک کنارہ دیکھ لیا
 یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا جادو ہے
 یوں تیری تمنا میں ہم نے یہ عالم سارا دیکھ لیا
 میری ہی طرح مجبور ہے وہ پابند ہے وہ میرے جیسا
 پلکوں پہ تری ہم نے اپنی قسمت کا ستارہ دیکھ لیا
 جو وقت پہ کام آسکتے ہیں وہ بازو اپنے ہوتے ہیں
 اللہ کا سہارا کافی ہے غیظوں کا سہارا دیکھ لیا

کہنے کی نہیں یہ بات مگر کہتے ہیں یہی سب اہلِ نظر
 پامرد ہے وہ راہی جس نے منزل کو دو بار دیکھ لیا

شمع جلتی ہے اور پروانہ
 جلنے والوں سے پیار کرتا ہے
 ایک بار اور کیجئے وعدہ
 کون اب اعتبار کرتا ہے

شامِ غم آگئی مگر واصف !
 سایہ زلفِ یار کرتا ہے ا



آج دل ذکرِ یار کرتا ہے !
 پھر مجھے بے قرار کرتا ہے

مجھ کو آنسو ملے مقدر سے
 تو کہاں اٹکبار کرتا ہے

دل جکے خاک میں مگر تیرا
 دل ابھی انتظا کرتا ہے

بھول کر بھی تجھے نہیں بھولے
 بدگماں شرمسار کرتا ہے

آئی ملن کی بیلا !
سانجھ بھئی جھوٹے بیلا
آج میرے گھر ہے میلہ
نین ملائے دل مہیلا

رُت بدلی موسم بدلا
اب ادلے کا ہے بدلا

مستی میں بادل کالا
بھاگ کٹورا دل کالا

اپنے سے اوپر کالا
میں آفت کا پر کالا

تو جانے وہ ہے لالہ
تیری جان کا ہے لالہ

تن ابرو ہے من کالا
لا میں پھیروں منکالا

واصف کس کا متوالا
جانے جو ہمت والا



رام رام رام

بگلا کھڑا ندی کنارے کہے رام رام رام!
اک پھلی جو بھیجو میں مالوں تو ہے رام!
پھلی بولے رام سے رام رام رام!
اس موذی کو مارو تب ہم جانیں رام
رام کہے دونوں سے تم دونوں جھوٹے ہو
رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

میں سوئی جگ بیت گئے
اب میں جگ پر کاشن بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

واصف سورج مکھ لے کر
بورے رین اماش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی



اب کیوں آتش نراش بھی

میں نرمل بہتی ندیا
دھرتی پر آکاش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

تو مدوا کا ہے ساگر
میں ندیا کی پیاس بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

میں کل تک پرہا کی رین
اب میں پورنماش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

ندیا رو رو گیت سنائے
 گاگا کے ساگر مل جائے
 جب تک بہتی ہے ندی
 ہیں پریت ساگر ہمسائے
 ندی کنارے رو دکھائی
 پریت نے ہیں زیر بہائے
 ندیا پریم کہانی ہے
 مورکھ تجھ کو سمجھ نہ آئے
 جن راہوں سے گذرندیا
 سندر آشا پھول کھلائے
 سب کی پیاس بجھا کر واصف
 ندیا آپ پیاسی جائے

نین کٹورے مدبھرے چھلکت ہیں دن رین
 نین پیاسے نین کے زیر نین کے بین !

گجر بجا بھونچال کا ہلے بھوم پاتال !
 مورکھ پگ پسا کے سویا ہے سکھ چین

دیپ جلا کے من کو دیوالی کر جائے
 تن من آگ لگائے کے ملے تان کا سین

شام ملے گا شام کو دن دکھڑوں کا دیس
 درس پیاسی داسی آئی، آئی من کی رین

گاگا آن اٹریا، بیٹھا چپ اداس
 کاہ کروں کت جاؤں میں کون سنئے گا بین

واصف سدھ بدھ کھو گئی جانے جو چیت پور
 کس برتے گر پایا، اب کا ہے بے چین !

میں ہوں تیرے دل کا چور
بچ کر دیکھ گمان نہ کر

رشوت کھا تو بہ کر جا
ڈر جھوٹا پیمانہ نہ کر

واصفِ اگنی سے کھیلے
کون کسے شمشان نہ کر!



جگ بھاگا بھاگڑا آئی
اب تو رام رحمان نہ کر

دیکھ لیا تیرا جو بن!
موت کی مورتیاں نہ کر

تو نے کھایا ہے مزدور
تو ظالم ہے دان نہ کر

تو میرا ایمان نہ کر
چھوڑ مجھے حیران نہ کر

دھڑکتی کے اندر دھڑکا
اب تو بان کمان نہ کر

ماٹی کھا ماٹی میں جا
ہائے میرا سامان نہ کر

جنگل بیلہ دُھوم مچھی ہے
گاتا جائے بنجارہ

راگی روگی راگ الاپ
ٹوٹ گیا من کا تارا !

من موہن من کے اندر
مورکھ نے کب من مارا

میری پیاس کی بات نہ کر
پی جاؤں ساگر سا سا

گر جانے گر کس کا ہے
واصف گر کا ہر کارا



ٹوٹ گیا آشا کا تارا
کون کرے اب پرچارا

آپس میں دونوں پریمی ہیں
اللہ تیرا رام ہمارا

تارا آن گرا دھرتی پر
گر کے ٹوٹا بیچارہ

نہیں کسی اکاش کا دریں
آنسو آشاؤں کا تارا

میری رات بڑی روشن ہے
ہر تارے میں ہے سوتا تارا

ساجن چرن ہی چین ملیگا
جیت اسی کی جو ہارا

تجھ کو کھٹ سے پیار ہے مجھ کو چوکھٹ سے
 میں ہوں پریم کتھا میرا کیا مرگھٹ سے
 ندیا روتی جائے بنسی کیوں ٹوٹی
 پنہارن کی بات ہے پوچھو پن گھٹ سے
 مکھ دکھلانے کے دن آئے سامنے آ
 کب تک بات کر دگی گوری گھونگٹ سے
 جیسی جا کی چاکری ویسی وا کی ریت
 ہسیر نے ہسیر بنایا رانجھے کو جٹ سے
 اگنی جل میں لاگی ، مانی پون چسل
 پریتیم پریم بچائے گا اس کھٹ پٹ سے
 ○

من کی بات سناؤں کس کو
 اپنے جیسا پاؤں کس کو
 اندھے رہبر اندھے پیر
 رہبر پیر بناؤں کس کو
 شیش محل اب گرتے جائیں
 شیشہ میں دکھلاؤں کس کو
 میں مستی کا میخانہ ہوں
 کون ہے مست بناؤں کس کو

واصف کے گھر دیوالی ہے!
 آنکھن ناچ نچاؤں کس کو

تیرے گھر من موہن آئے دیپ جلا!

پرنوں میں رکھ سیں کو گوری تو جھٹ سے

ان شمشان بنے گا تیرا شیش محل

بجلی ورشا ہوگی اڑتے راکٹ سے

گر کی بات کہے گا گر کا نام نہ پوچھ!

ہو جائے گا مچلا واصف جھٹ پٹ سے



روگی روگ سُنائے جا!

مست بناستی میں آ

ساجن شاید رُوٹھ گئے!

کیوں چپ بیٹھا ہے کاگا

بیتے دن کیا یاد آئے

بنسی گائے کیوں رادھا

تو ہر جانی میرا کون

میں ہوں اپنے مولا کا

میرے من مندر میں کون

چھوٹا مالا کا منکا

رادن کو بھی رام کرے

سجدہ تیری چوکھٹ کا

سانس کی ڈوری کھٹی جائے
تو بے کار ترانے گائے

رت رُوٹھا راضی ہو جائے
رُوٹھے دل کو کون منائے

بھور بھئی کا گجبر بجا ہے
بیت گئے راتوں کے سائے

تاریکی دم توڑ رہی ہے
پردانوں نے دیپ جلانے

میرا انگ انگ ناچ رہا ہے
میرے گھر من موہن آئے

سکھیوں نے پھر سادن گایا
جھوم کے کالے بادل آئے

میں مدوا کا ہوں ساگر
آئینوں سے نین ملا

تارے سہمے چندر سے
چندا پہ سورج چھایا

واصف کس کا امر ہوا
سورج کیوں ڈر کے لوٹا



تیری راہ میں میں مر جاؤں
تب جا کر تیرا کسلاؤں!

میں سندر سپنوں کا دیش!
آشاؤں کا گیت سناؤں

تو کھو جائے ڈھونڈ نکالوں
اب تو ڈھونڈ کہ میں کھو جاؤں

میرے ہاتھ میں ہاتھ کسی کا
اب میں کس سے ہاتھ بلاؤں

حسرت جن آنکھوں سے ٹپکے
میں ان سے کیا نین بلاؤں

واصفِ وحدت ہے جگ کثرت
ہر چہرے میں خود کو پاؤں!

ہجر کی رات ہوئی دیوالی
ہم نے دیپ پہ دیپ جلتے

سایہ بھی منظور نہیں ہے
تیرا عشق اکیلا جائے

خود کو اپنی آنکھ سے دیکھا
خود روئے خود ہی مسکائے

واصفِ گہرا راز کسی کا
باتوں باتوں میں کھو جائے

ہر جا روپ ہری کا ہے !
 لیکن وہ ہر شے سے جدا
 بیت گئے برہا کے دن
 آئے شام تو روپ جلا
 واصف جانے بات اگم
 چپ سادھے بیٹھا محلا



میں ہوں گیتوں کی مالا
 اپنے ساز اٹھا کر لا

پریم پون اب اٹھلائی
 رت بدلی موسم بدلا

سات سروں کا ہے سرگم
 میں گاؤں جھوٹے بیلا

اک رادھا کے روپ ہزار
 کھلا ، بھلا اور سہرا

تو سمجھے میں ہوں پاگل !
 میں جانوں تو ہے پگلا !

مان بھی جا روٹھے ساجن
 آئینوں سے نین بھلا !

پگ پگ روتی آئی داسی چہرہ میں
اگل لگا کے لائی اپنے تن من میں!

جنگل بیلا ڈھونڈ پھری جوگن تیری
سب سے نوا کے دیکھا تو سا جن تھا من میں

رُتِ ملن کی آئی بیلا جھوم گیا
پون چلی اٹھلائی، جو بن ہے بن میں

پنہارن گاگر بھر لائی پن گھٹ سے!
ٹوٹ گئی گاگر، آنسو ہیں نینن میں!

واصفِ پریم کی اگنی اگنی سے کھیلے
بندھی بات نہ آئے بنیا بندھن میں!



شام بھئی تو اب گھر چل
دیکھ لیا تیرا حاصل

آمنجھار سے کھیلیں یار
تو کیوں ڈوب گیا حاصل

میں کیا جانوں زیست ہے کیا
میری موت نہیں منزل

میں کس کی آواز بنا
کانپے پتھر کا بھی دل

گیت سناؤں ، میں کیا گاؤں
 میں آنسو ہوں ، رونا جاؤں
 سب کو دیکھوں ، خود چھپ جاؤں
 ندی کنارے نیر بہاؤں
 گاہ کروں میں اب کت جاؤں
 پاس رہوں اور ہات نہ آؤں
 تن من آگ لگا کے جاؤں
 دیکھ راگ سنا کے جاؤں
 موت سے کھیلوں کھیل نہ پاؤں
 زلیست کا نقش مٹاتا جاؤں
 تندیا چھینوں گجر بجاؤں
 سندر پہنے یاد کراؤں !

میں کیا جانوں کون ہوا
 جو ہر ذرے میں شامل
 وحدت کثرت ایک ہوتے
 ایک مسافر اک منزل
 ہم دامن سے دور بھلے
 کون کرے خود کو بے گل !



رات کٹی تارے گن گن !
 پین نہ ائے ساجن بن !
 حسن ازل کے روپ نئے !
 دن سے رات اسی سے دن !
 موت بنی ہستی کی راہ !
 ہستی ہست کی ہے مدفن
 چاک کھلے سلتے سلتے !
 ہوش و خرد کے اب کیا دن

پچھم سے نکلا سورج
 دیکھ لیا مولائی فن !

مست ہوا ذرہ ذرہ
 آیا کون میرے آنکھن

واصف کی باتیں نہ سن
 کھا جائے گا تجھ کو جن !

خود جھوموں، خود گاتا جاؤں
 اُتجھ کو بھی مست بناؤں
 کون سننے کس کو سمجھاؤں
 میں خود کو ہی جان نہ پاؤں
 ذرے میں صحرا ہو جاؤں
 قطرے میں دریا ہو جاؤں
 راز نہ کھولوں، خود کھو جاؤں
 واصف جاگے، میں سو جاؤں

بھولی بسری بات ہوں میں اتنا جانوں !
 آج کی ہوں یا کل کی میں کیا جانوں رے
 میری پاگل پریت ہے میں اتنا جانوں !
 کون سنے پاگل کی، میں کیا جانوں رے

اس کل جگ میں داصف کل کی بات کہے
 ہوک ہے کس بے کل کی میں کیا جانوں رے

مور چنریا ڈھلکی میں کیا جانوں رے !
 مور گگریا پھلکی میں کیا جانوں رے !
 شام مرلیا بس گئی، موری نس نس میں
 گونجی کوک کوتل کی میں کیا جانوں رے !
 نین ملے نینوں سے دل میرا دھڑکا
 جھنک ہوئی پائل کی میں کیا جانوں رے
 میں چاہوں من موہن کو وہ کت کو چاہیں
 بات کسی کے دل کی میں کیا جانوں رے
 گھائل کی گت گھائل جانے میں بولی !
 کون سنے گھائل کی میں کیا جانوں رے
 میں سکھیوں سنگ گاؤں، برکھارت ہے آئی
 بجلی کس بادل کی میں کیا جانوں رے

مجھِ نزدِصن کی آس نہ توڑ
او نہ موہی من موہن

میں سوؤں کیسے سوؤں
میں جاؤں نہنڈیا بہرن
میں ہوں دُصول کہاں جاؤں
میں اب آن لگی چسرن

تو جگ جوگی راگ الاپ
میں ناچوں میں ہوں جوگن

میں متوالی اب کیا ڈر
تو ہرگن میں ہے نرگن

میں زردوش ہرے ساجن!
میں کت جاؤں تیسرے بن

تیری یاد کے دیپ جلا کر
میں نے رات بنائی دن

میرے من کی پیاس بٹھا کر
اُ ساجن اُجا ساجن!

نین کوار نراش کھلے!
مان بھی جا اب دے درشن

میں پرہا کی کالی رین
تو سورج تیرا ہے دن!

میرے ہر دے اٹھی ہوک
کون سُنے گا سا جن بن

تیرا میرا کھیل الگ
میں روؤں تو تارے گن

گگ پگ نیر بہا کر داصف
تس کی راہ کرے روشن

میں کیا گاؤں تو بتلا
سارے گاما گارے سا!

ادمنہ پھیر کے جانے والے
دوش ہرا بتلا کے جا

سورج بنسی نام ہرا
تو جانے جب ہو رادھا

میرے روپ انوکھے ہیں
رام بنوں چاہے سیتا

راجھا مجھ کو ہیر کے
ہیر کے میں ہوں راجھا

پگلے نام نہیں ہے ذات
نام ہزاروں اک داتا

تارہ ٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
 مجھ کو کوئی نہ دیکھتا میں ٹوٹا سو بار
 دُنیا بیچ ہے بیچ کی ہم دُنیا سے دُور
 بیچ ملے گا بیچ کو، ملے یار سے یار
 میں دھرتی کا راز ہوں میں آکاش کا دل
 میں ہوں پریم کی راگنی، میں اتم فنکار
 میں نردھن کا دھن ہوں میں ہرک کی ہوک
 میں بن جل کے ماچھری میری لیجوسار
 میں راتوں کا دیپ ہوں جل جل کالوں رین
 اُنت سویرا ہوئیگا رین گھڑی دوچار

بنسی پریم بجاتا ہوں
 نہ میں شام نہ میں رادھا
 میں ہوں پریم میرا کیا نام
 نہ میں ہیسیر نہ میں رانجھا
 میرے گھر میں من موہن
 دیرانہ آباد ہوا
 واصف سے جب آنکھ ملی
 آنسو پھوٹے، دل دھڑکا

میں گرجی کا بالکا بلک بلک گرجاؤں
میں آؤں ہر دوپ میں مرے سوپ ہزار

میں بابل کے آگناکب تک کھیلوں کھیل
میں پردین جانتی کھیلن کے دن چار

سجنی ساجن آگئے گھونگٹ کے پٹ کھول
ساجن تو من میں بسے من کا منکا رول !

پلک جھپک میں رین کٹے، رین کٹے کیا دیر
ننڈیا بیرن پریم کی کر ننڈیا پرچول

ساجن سیوا سکھ ملے، سیوک سدا بہار
رنج ملے سکھ جانو خوش ہو کھائیو کول

ساجن چرن میں چین ملے رہیو سیں نوا
وہ بولیں دم سادھیو کھلے نہ ڈھول نہ پول

ساجن کے من تب بسے جب ساجن کی ہو
رہیو نین نواتے کے ملیٹھی باقی بول !

داصف اپدیشک بھیتو گر کی بات کہے !
تمری جیسی لاکھ ہیں ساجن ہیں انمول !

داصف پگلا ہوتے کے پہنچا پنج بازار
لولو پگلو سنیو اب کے تمہری بار

چل ری سکھی اس پار، سجن توہے یاد کرے
 بابل پیت بسار، سجن توہے یاد کرے

انگن کھیلیں سکھیاں ساری، جاناسنے باری باری
 کھیلن کے دن چار، سجن توہے یاد کرے

پیت گئی ہے عمر یا بالی، مرلی سن من موہن والی
 اب کیا سوچ بچار، سجن توہے یاد کرے

ہوک اٹھت ہے من میں توہے شام بلکے بن میں
 پائسیلیا کی جھنکار، سجن توہے یاد کرے

موہن نر بھاگن کے میت، بنسی گائے پیت گیت
 اس بن کون ادھار، سجن توہے یاد کرے

داصف گنی من میں لاگی، سوئی رادھا انت ہے جاگی
 رت بسنت ہسار، سجن توہے یاد کرے!

لاج کرے لجنتی لو بھی بچیت رام
 پیسہ بیری پریم کا پریم ہنا کیا رام

ٹھا کر دوارے میں کھڑی آئی بیس نو
 میں مندر کی مورتی میرا نہ کوئی نام

”کاگاسب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس“
 تو مورکھ کو کھائیو جے نہ جا پے رام

”دونین مت کھائیو پاملن کی آس“
 جن نین میں پی بسے گاگ کھے پر نام

اللہ ہی پر ماتا اللہ بنسی راگ
 رادھا پریم کی آتما تم پر نیم شام!

داصف جگ بتائے کے ملی رین سہاگ
 میں چرنن کی دھول ہوں آئے دوارے شام

پیت کی ریت نہ پوچھئے پیت، اپنی ریت
ریت کہے مر جاتیے موت ملن کی ریت

پریم کرے پر ماتا، پریم کی پر لو موہ
پر لو سے مور کھ ڈرے جسے کے پریم نہ ہو

واصف گم کے چرن سے گرگی بات ملے
تو دھنوتی بالکا گم سے نین ملے !

واصف جل میں اگ ہے پرت دوڑا آئے
دھرتی گرے آکاش پر مور کھ سمجھ نہ پائے

آسا بھری عمر یا پگ پگ ڈولے ناؤ !
بے آسا کھیون ہار ہے چلے بیچ بچاؤ

لو بھی منوا شہد میں مکھی بن کے بیٹھ
جان گئی ہے لوبھ میں منوا شہد کے بیٹھ

موسیٰ چنر یا رنگ یوپی نے اپنے رنگ

نین سے نین ملائے کے گاہ کر داب بین
ساجن تو من میں بسے سلگت کیوں دن رین

من مندر کی مورتی من کو ہی تڑپائے
دیش بدیش بنائے کے اب کاہے کو جائے

سکھیاں ہمری سکھ بسیں میں دکھیارن ایک
میں سسرال کو جانتی وہ نہ جانیں میک

پر بت کانپنے خوف سے تو بھاگے منہ زور
ساجن تیرے میت ہیں تو ساجن کا چور

پتلی کھیل ہے دُنیا ڈوری کس کے ہاتھ
جا جنگل میں باسیے کوئی نہ جائے ساتھ

میں ناچوں جگ ناچتا میں روؤں جگ روئے
ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوتے

ٹوٹا دل پر ماتما پرسی مایا پریت !
واصف بانٹی گمر کی بنیا کس کامیت

ساجن بسیں آکاش پہ کس بد ملنا ہو
ہرز بھجن تو روئے کے ہری ملے گا رو!

لے دے کر کے بانیا عمر کارت کھوئے
خالی دیکھ کے رد کڑی ہات ملے اور روئے

کا گا چوری کھائے کے بیٹھا چپ اُداس
ہم جانیں کیا بات ہے ہم چلے پی کے پاس

مورکھ اکھیاں پھٹاڑ کے دیکھے میری اور
راز نہ جانے سادھ کا چور نے دیکھا چور

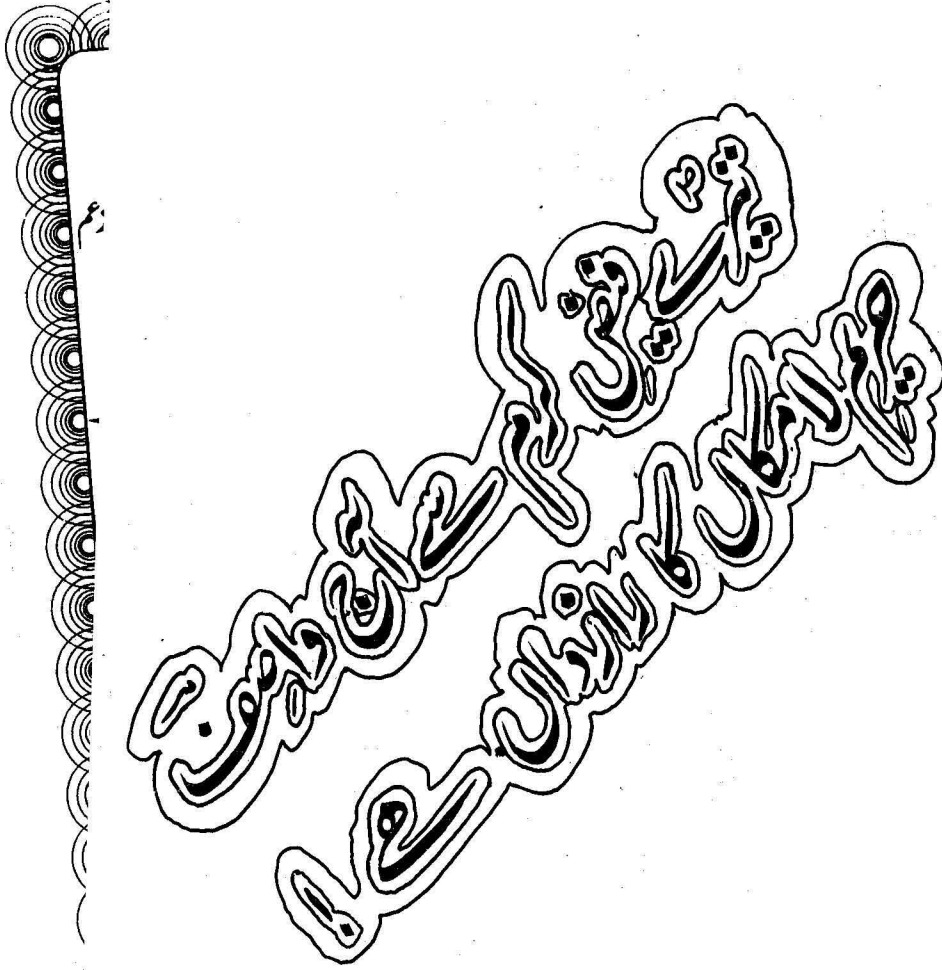
واصف پگلا ہوئے کے پہنچا پیچ بازار
بولا پگلو سن لیو اب کے تمہری بار

موری چنری رنگ دیوپی نے اپنے رنگ
اب سکھیاں تم گاہ کہو میں چلی پی کے سنگ

من موہن من موہ کے من کاموہ بھئے
من میں جب سے موہن بسے ہم من موہن ہوئے

تن من لا کے اگنی نینن درشا ہو
لکڑی جل کے کو تیدہ بھتی نین نراش نہ ہو

تم بیٹا کے دیش ہو ساری بیٹیا یہ
آج آئے کل جاؤ گے بیٹا ڈارو کھیہ



گر گردوں کا واہ گرد میں گر جی کا گر !
 میں راگوں کا راگ ہوں سات سروں کا سر
 پریت ہے ہما اتما پنہارن کی پریت
 سکھیوں کے سنگ کھیلتی بھرائی گا
 پریت نیر ہے ندیا کو مل نرمل پریت
 دم سادھے جگ بیت گئے انت طے ساگر
 من مندر کی مورتی نہ دکھلائے
 نین سے گنگا بہے من کا اک منہ
 بنیا بیری پریم کا پیسہ گنتا جائے
 تن اجسرو من کو نلہ ناگ چلے کھپر
 امر رہے گی اتما نایا کوچ کا گھوشہ
 پریمی کو پریت سے ملے مورکھ کو گھساہ
 اتم سے اتم ملے، ملے بیچ سے بیچ
 گر جی پریت پریم کا واہ صفت اک کنکر

توبہ

- ☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زعم آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔
- ☆ اگر اپنا گھراپے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- ☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- ☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہئے۔
- ☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔
- ☆ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لئے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہئے۔
- ☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہئے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- ☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ نہ سمجھے وہ بد قسمت ہے۔
- ☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریا کاری شامل ہے۔

واصف علی واصف^{۲۷}

اللہ

- ☆ جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔
- ☆ اللہ کی عطاؤں پر الحمد للہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہئے۔
- ☆ اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔
- ☆ اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے۔
- ☆ جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔
- ☆ اللہ ہر آخر کا اول اور ہر اول کا آخر ہے۔
- ☆ اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لئے غم بن جاتا۔
- ☆ اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصف^{۲۷}

تصانیف

واصف علی واصفؒ

- | | | |
|----------------|------------------|-----|
| (نثر پارے) | کرن کرن سورج | -1 |
| (مضامین) | دل دریا سمندر | -2 |
| (مضامین) | قطرہ قطرہ قلمزم | -3 |
| (اردو شاعری) | شب چرلغ | -4 |
| | The Beaming Soul | -5 |
| (پنجابی شاعری) | بھڑے بھڑولے | -6 |
| (مضامین) | حرف حرف حقیقت | -7 |
| (اردو شاعری) | شب راز | -8 |
| (نثر پارے) | بات سے بات | -9 |
| (خطوط) | گمان ادیب | -10 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۱ | -11 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۲ | -12 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۳ | -13 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۴ | -14 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۵ | -15 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۶ | -16 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۷ | -17 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۸ | -18 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۹ | -19 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۱۰ | -20 |

کاشف پبلی کیشنز ☆ ۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن - لاہور